شرح المطالب فی مبحث ابی طالب
مطالب کی وضاحت ابوطالب کی بحث میں
۱۳۱۶ھ
تصنیف لطیف:۔
اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا
ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ

(مطالب کی وضاحت ابوطالب کی بحث میں)

مسئلہ ۲۱۵: از بدایوں ۱۲۹۴ھ بعبارت سوال وثانیا بالاجمال از احمد آباد گجرات، محلہ جمال پور قریب مسجد کانچ مرسلہ جماعت اہل سنت ساکنان احمد آباد ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ابوطالب کو کافر اور ابولہب و ابلیس کا مماثل کہتا ہے اور عمرو بدین دلائل اس سے انکار کرتا ہے کہ انھوں نے جناب سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کفالت و نصرت و حمایت و محبت بدرجۂ غایت کی اور نعت شریف میں قصائد لکھے حضور نے ان کے لئے استغفار فرمائی، اور جامع الاصول میں ہے کہ:

"اہل بیت کے نزدیک وہ مسلمان مرے۔"

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا:

کم ازاں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگہدارند۔

کم از کم اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں اور احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں۔(ت)

اور مواہب لدنیہ میں ایک وصیت نامہ اُن کا بنام قریش منقول جو حرفاً حرفاً اُن کے اسلام پر شاہد، ان دونوں میں کون حق پر ہے، اور ابوطالب کو مثل ابولہب و ابلیس سمجھنا کیسا اور اُن کے کفر میں کوئی حدیث

صحیح وارد ہوئی یا نہیں، برتقدیر ثانی انھیں ضامن وکفیل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سمجھ کر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہیں یا مثلِ کفار سمجھیں؟ بیّنوا بسند الکتاب توجروا من الملک الوھاب بیوم القیٰمۃ والحساب (کتاب کی سند کے ساتھ بیان فرمائیے قیامت اور حساب کے دن ملک الوہاب سے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ربنا ولوجھك الحمد احق ما قال العبد وکلنا لك عبد لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذاالجد منك الجد لك الحمد علٰی ما ھدیت وعفوت وعافیت و منحت واولیت تبارکت وتعالیت سبحٰنك رب البیت مستجیرین بجمال وجھك الکریم من عذابك الالیم وشاھدین بان لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم انت العزیز الغالب لا یعجزك ھارب ولا یدرك مامنعت طالب ما علیك من واجب قدرت الاقدار ودورت الادوار وکتبت فی الاسفار ماانت کاتب یعمل عامل بعمل الجنان فیظن الظان من الانس والجان ان سیدخلھا وکان قد کان فیغلبہ الکتاب فاذا ھو خائب ویفعل فاعل افعال النیران فیحسب الجیران ومن طلع علیہ النیران ان

اے اللہ، ہمارے پروردگار! اور حمد تیری ذات کے زیادہ لائق ہے بنسبت اس کے جو بندے نے کہا۔ اور ہم سب تیرے بندے ہیں، جو تُونے عطا فرمایا اُسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے تُو نے روک دیا اُسے کوئی دینے والا نہیں، اور تیرے فیصلے کو کوئی رَد کرنیوالا نہیں، اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اُس کے لئے نافع نہیں، تیرے لئے ہی حمد ہے اس پر جو تُونے ہدایت دی، معاف فرمایا، عافیت دی، عطا فرمایا اور والی بنایا۔ تُو برکت والا ہے اور برتر ہے، اے ربِ کعبہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیرے دردناک عذاب سے تیری ذات کی پناہ مانگتے ہُوئے اور اس پر گواہی دیتے ہوئے کہ اللہ برتر وعظیم کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ تُو عزّت والا غالب ہے، کوئی بھاگنے والا تیرے قابُو سے باہر نہیں جاسکتا اور جو تُو روک دے کوئی طالب اس کو پا نہیں سکتا۔ تجھ پر کچھ بھی واجب نہیں، تُو نے تقدیریں مقدر فرمائیں اور ادوار کو گردش دی، اور جو تُو نے لکھنا تھا کتبِ تقدیر میں لکھ دیا۔ کوئی آدمی جنّتیوں جیسے کام کرتا ہے تو انسانوں اور جِنّوں میں سے کچھ گمان کرنیوالے

42 سیوردھا وکأن قد حان قید رکہ القدر فاذا ھو تائب اُن سلت خیر خلقك وسراج افقك محمدا المبعوث بیسرك ورفقك بشیرا ونذیرا وسراجا منیرا ملأضوؤہ المشارق والمغارب وعم نورہ الاباعد والاقارب وحرم بقرب حضرتہ من حضرۃ قربہ ابوطالب فلك الحجۃ السامیۃ صل علٰی محمد صلاۃ نامیۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ صلاۃ ترضیك وترضیہ وتحفظ المصلی عما یردیہ وبارك وسلم ابدا ابدا والحمد للہ دائما سرمدا اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین!

گمان کرنے لگتے ہیں کہ عنقریب یہ جنّت میں داخل ہوجائے گا گویا کہ ایسا ہوگیا۔ پھر اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے تو وُہ ناکام ہوجاتا ہے اور کوئی عامل جہنّمیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکے پڑوسی اور دیگر لوگ سمجھنے لگتے کہ عنقریب یہ اُس میں داخل ہوگا اور گویا کہ اُس کا وقت قریب ہوچکا ہے پھر تقدیر اُس کو پالیتی ہے تو وہ تائب ہوجاتا ہے۔ تُو نے اپنی مخلوق میں سے بہترین کو بھیجا جو تیرے افق کا سراج ہے یعنی محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو تیری طرف سے آسانی اور نرمی کے ساتھ مبعوث ہوئے خوشخبری سناتے، ڈر سناتے، چمکا دینے والے چراغ جس کی روشنی نے مشرقوں اور مغربوں کو بھر دیا، اس کا نور دُور و نزدیک والوں کو عام ہے۔ اور ابوطالب اس کی بارگاہ کے قرب کے باوجود اس کی بارگاہِ قرب سے محروم رہے۔ چنانچہ تیری ہی حجت بلند ہے۔ محمد مصطفٰی، آپ کی آل، آپ کے اصحاب، آپ کے اہلِ خانہ اور آپ کی جماعت پر ایسا بڑھنے والا درود نازل فرما جو تجھے بھی پسند ہو اور انھیں بھی پسند ہو جو درود پڑھنے والے کو ہلاکت سے بچائے اور برکت وسلام نازل فرما ہمیشہ کے لئے۔ اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ اے بہترین رحم فرمانے والے! ہماری دُعا کو قبول فرما۔ (ت)

اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سید المرسلین سید الاوّلین والآخرین سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم الٰی یوم القرار کی حفظ وحمایت وکفالت ونصرت میں مصروف رہے، اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالَم حضور کا دشمنِ جاں ہوگیا تھا، اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبیوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری وجاں نثاری کا نامرعی نہ رکھا، اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنو ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور ان میں براہِ فراست وہ امور ذکر کیے کہ اُس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے بعد بعثت شریف اُن کا ظہور ہوا، یہ سب احوال مطالعہ احادیث و مراجعت کُتبِ سِیَر سے ظاہر۔ ایک شعر اُن کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل[1]

(وہ گورے رنگ والے جن کے رُوئے روشن کے توسّل سے مینہ برستا ہے، یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ت)

محمد بن اسحٰق تابعی صاحبِ سیر و مغازی نے یہ قصیدہ بتمامہا نقل کیا جس میں ایک سو۱۱۰ دس بیتیں مدحِ جلیل و نعتِ منیع پر مشتمل ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ شرح صراطِ مستقیم میں اِس قصیدہ کی نسبت فرماتے ہیں:

دلالت صریح دارد بر کمال محبت و نہایت نبوت او، انتہی[2]۔

یہ قصیدہ ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت اور آپ کی نبوت کی انتہائی معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ اھ (ت)

مگر مجرد ان امور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال و اقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیدنا عباس بلکہ ظاہراً سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کہلائے جاتے۔ تقدیر الٰہی نے بربنا اُس حکمت کے جسے وُہ جانے یا اُس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُنھیں گروہِ مسلمین و غلامانِ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا فاعتبروا یا اولی الابصار[3] (تو عبرت لو اے نگاہ والو! ۔ ت) صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں، دانستن و شناختن اور چیز ہے اور اذعان و گرویدن اور، کم کافر تھے جنھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کا یقین نہ تھا جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم[4] (اور اُن کے منکر ہوئے اور اُن کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ ت) اور علمائے اہلِ کتاب تو عموماً جزم کلی رکھتے تھے حتّٰی کہ یہ امر ان کے نزدیک کالعیان سے بھی زائد تھا معائنہ میں بصر غلطی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶

[2] شرح سفر السعادۃ فصل در بیان عیادت بیماراں مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۲ [4] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۴

بھی کرتی ہے اور یہاں کسی طرح کا شبہہ و احتمال نہ تھا۔ قال جل وعلا (اللہ جل وعلا نے فرمایا)۔

یعرفونه کما یعرفون ابناءھم۔[1] وُہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ (ت)

وقال عزمن قائل،

فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکٰفرین۔[2] توجب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (ت)

وقال جل ذکرہ،

یجدونه مکتوبا عندھم فی التورٰىة والانجیل۔[3] لکھا ہُوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ (ت)

بعض کورچشم بدباطن وہابیہ عصر کہ اس میں کلام کرتے اور کہتے ہیں اگر اہل کتاب کے یہاں حضور کا ذکرِ رسالت ہوتا تو ایمان کیوں نہ لاتے، نصوص قاطعہ سے انکار اور خدا و رسول کی تکذیب اور یہود و نصارٰی کی حمایت و تصدیق کرنے والے ہیں اعوذ باللّٰہ من وسواس الشیطان (میں شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ ت) شرح عقائد نسفی میں ہے،

لیست حقیقة التصدیق ان تقع فی القلب نسبة الصدق الی الخبر والمخبر من غیر اذعان وقبول بل ھو اذعان وقبول لذٰلك بحیث یقع علیه اسم التسلیم علی ما صرح به الامام الغزالی۔[4] حقیقتِ تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا مخبر کی سچائی کی نسبت واقع ہوجائے بغیر اذعان و قبول کے، بلکہ وُہ تو اذعان اور اس طرح قبول کرنا ہے کہ اس پر اسمِ تسلیم واقع ہو۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[3] " " ۷/ ۱۵۷

[4] شرح عقائد النسفی والایمان فی اللغۃ التصدیق دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۸۹

بعض القدرية ذهب الى ان الایمان ھو المعرفة واطبق علماؤنا علی فسادہ لان اھل الکتاب کانوا یعرفون نبوة محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما کانوا یعرفون ابناء ھم مع القطع بکفرھم لعدم التصدیق ولان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وانما کان ینکر عناداً او استکباراً، قال اللہ تعالٰی وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم[1]

بعض قدریہ اس طرف گئے ہیں کہ ایمان فقط معرفت کو کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کا اس قول کے فساد پر اجماع ہے، کیونکہ اہلِ کتاب محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نبوت کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، اس معرفت کے باوجود ان کا کفر قطعی ہے کیونکہ وہاں تصدیق نہیں پائی گئی۔ اور اس لئے بھی کہ بعض کافر یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے اور محض عناد و تکبّر کی وجہ سے انکار کرتے تھے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: "حالانکہ ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں اُن کا یقین تھا۔" (ت)

محقق دوانی شرح عقائد عضدی میں فرماتے ہیں:

التلفظ بکلمتی الشہادتین مع القدرة علیہ شرط فمن اخل بہ فہو کافر مخلد فی النار ولا تنفعہ المعرفة القلبیة من غیر اذعان وقبول فان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وکان انکارہ عنادا واستکبارا کما قال اللہ تعالٰی وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا۔[2]

شہادتین (توحید و رسالت کی شہادت) کے دو کلموں کے ساتھ تلفظ کرنا جبکہ اس پر قادر ہو ایمان کی شرط ہے، تو جس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ کافر ہے اور دائمی طور پر جہنم میں رہنے والا ہے، اور اذعان و قبول کے بغیر معرفتِ قلبی اس کو نفع نہیں دے گی، کیونکہ بعض کافر ایسے ہیں جو یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے۔ ان کا انکار عناد و تکبر کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور ان کے منکر ہوئے حالانکہ اُن کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر کی وجہ سے۔" (ت)

---

[1] شرح عقائد النسفی والایمان لایزید ولاینقص دار الاشاعت العربیۃ قندھار افغانستان ص ۹۲ و ۹۳

[2] الدوانی علی العقائد العضدیۃ والکفر عدم الایمان مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۱

آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ متواترہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سُنّی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ ہم یہاں کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

فصل اوّل ـــــ آیاتِ قرآنیہ

آیت اُولٰی: قال اللہ تبارک وتعالٰی (اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا۔ ت):

انك لا تهدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین[1]	اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے، وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے:

نزلت فی ابی طالب[2]۔	ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)

جلالین میں ہے:

نزل فی حرصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علٰی ایمان عمه ابی طالب[3]۔	یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آپ کے چچا ابوطالب کے ایمان لانے کی حرص میں نازل ہوئی۔ (ت)

مدارک التنزیل میں ہے:

قال الزجاج اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابیطالب[4]	زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)

کشاف زمخشری وتفسیر کبیر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۷

[3] تفسیر جلالین " " اصح المطابع دہلی ص ۳۳۲

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۴۰

قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت فی ابی طالب[1]

زجاج نے کہا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی انما نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج وغیرہ[2]

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی، اور جیسا کہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

لقولہ تعالٰی فی حقہ باتفاق المفسرین انك لاتھدی من احببت[3]

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے جو باتفاق مفسرین اُس (ابوطالب) کے بارے میں ہے: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو"۔ (ت)

حدیث اوّل: صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سببِ نزول یُوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا، صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزۃ تبارک وتعالٰے نے یہ آیت کریمہ اتاری یعنی اے حبیب! تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کرچکے ہدایت دینا اور دل میں نورِ ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اور اُسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ (زاد مسلم فی اخری

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا (مسلم نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲۸/۵۶ المطبعۃ البہیۃ مصر ۲۵/۲
تفسیر الکشاف 〃 〃 دار الکتاب العربی بیروت ۴۲۲/۳

[2] شرح صحیح مسلم للامام النووی کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۱/۱

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب صفۃ النار واھلھا تحت حدیث ۵۶۶۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶۴۰/۹

عند الموت) قل لا الٰہ الا اللہ اشہد لك بها يوم القيمة قال لولا ان تعيرنی قريش يقولون انما حمله علٰی ذٰلك الجزع لاقررت بها عينك فانزل اللہ عزوجل انك لا تهدی من احببت ولكن اللہ يهدی من يشاء[1]

دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بوقتِ موت فرمایا) لا الٰہ الا اللہ کہہ دو میں تیرے لئے قیامت کے دن اس کی گواہی دُوں گا۔ اُس نے جواب دیا، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عار دلائیں گے کہ موت کی شدت کے باعث مسلمان ہوگیا ہے تو میں آپ کی آنکھ ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی کہ "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو، ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔" (ت)

معالم و مدارک و بیضاوی و ارشاد العقل السلیم و خازن و فتوحاتِ الٰہیہ وغیرہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیتِ ثانیہ : قال جل جلالہٗ (اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا۔ ت) :

ماكان للنبی والذين اٰمنوا ان يستغفروا للمشركين ولوكانوا اولی قربی من بعد ماتبين لهم انهم اصحٰب الجحيم[2]

روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ اُن پر ظاہر ہوچکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانیوالے ہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے :

هم عليه الصلٰوة والسلام ان يستغفر لابی طالب فنزل ماكان للنبی[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کے لئے استغفار کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ "نبی کو یہ روا نہیں۔" (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علٰی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ القصص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۰
[2] القرآن الکریم ۹/۱۱۳
[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۹/۱۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۴۸

جلالین میں ہے:

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ ابی طالب[1]۔

یہ آیت حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے لئے استغفار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال الواحدی سمعت اباعثمان الحیری سمعت ابا الحسن بن مقسم سمعت ابا اسحٰق الزجاج یقول فی ھٰذہ الاٰیۃ اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب[2] یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اُتری۔

اقول ھکذا اثرہ ھٰھنا والمعروف من الزجاج قولہ ھٰذا فی الاٰیۃ الاولٰی کما سمعت والمذکور ھٰھنا فی المعالم وغیرھا ان الاٰیۃ مختلف فی سبب نزولھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق الاکثرین ولم یلق للخلاف بالا لکونہ خلاف ماثبت فی الصحیح۔

میں کہتا ہوں یہاں تو وہ ایسا ہی منقول ہے حالانکہ زجاج کا یہ قول پہلی آیت کے بارے میں معروف ہے جیسا کہ تُو سُن چکا ہے۔ اور معالم وغیرہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ آیت کے سببِ نزول میں اختلاف ہے چنانچہ تفسیر واحدی کی طرف مراجعت کی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کی مراد اکثر مفسرین کا اتفاق ہو اور اُس نے مخالفت کی اس بنیاد پر کوئی پروا نہ کی ہو کہ اس کے مخالف ہے جو صحیح میں ثابت ہوچکا ہے۔ (ت)

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول دربارہ ابی طالب لکھا۔

علامہ شہاب خفاجی اُس کی شرح عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں:

ھوالصحیح فی سبب النزول[3] یعنی یہی صحیح ہے۔

اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب وارشاد الساری میں کی ہے اور فرمایا یہی حق ہے کما سیأتی

---

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۹/۱۱۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۶۷

[2] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/۲۶۲

[3] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علٰی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۹/۱۱۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۶۴۸

وھذہ التصحیحات ایضاً اٰیۃ الخلاف کمالیس بخاف (جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور یہ تصحیحیں بھی مخالفت کی علامت ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

حدیث دوم: صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن نسائی میں ہے:

واللفظ لمحمد قال حدثنا محمود فذکر بسندہٖ عن سعید بن المسیب عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان اباطالب لما حضرتہ الوفاۃ دخل علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعندہ ابوجہل فقال ای عم قل لا الٰہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بہا عند اللہ فقال ابوجہل وعبد اللہ بن امیۃ یا اباطالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزالا یکلمانہ حتی قال اٰخر شیئ کلمہم بہ علٰی ملۃ عبد المطلب (زاد البخاری فی الجنائز وتفسیر سورۃ القصص کمثل مسلم فی الایمان وابی ان یقول لا الٰہ الا اللہ) فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنہ، فنزلت ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربٰی من بعد ماتبین لہم انہم اصحٰب

اور لفظ محمد کے ہیں، انھوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی محمود نے، پھر اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے اور انھوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا، رضی اللہ تعالٰی عنہما، کہ ابوطالب جب قریب الموت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ وہاں موجود تھے، آپ نے فرمایا: اے چچا! کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے ذریعے تمھارے لئے جھگڑا کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا، اے ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرلو گے؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری بات انھیں کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں (امام بخاری نے جنائز اور سورہ قصص کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا جیسا کہ امام مسلم نے کتاب الایمان میں کیا ہے کہ ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کردیا) تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کردیا گیا میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ

الجحیم ○ ونزلت انک لاتہدی من احببت[1]

بھڑکتی آگ میں جائیں گے، اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔" (ت)

اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابوطالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کردیا اور ابوجہل لعین کے اغواسے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابوطالب کےلئے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لئے استغفار جائز نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ، اما تزییف الزمخشری نزول الأیۃ فیہ بان موت ابی طالب کان قبل الہجرۃ و ھذا اٰخر ما نزل بالمدینۃ[2] فمردود بما فی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب انہ یجوز ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یستغفر لابی طالب الٰی حین نزولہا والتشدید مع الکفار انما ظہر فی ھٰذہ السورۃ[3]۔ قال اعنی القسطلانی

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ رہا زمخشری کا ابوطالب کے بارے میں اس آیت کے نزول کو اس بنیاد پر ضعیف قرار دینا کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے پہلے ہوئی جبکہ یہ آیت کریمہ آخری مرحلہ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ تو وہ مردود ہے اُس دلیل کی وجہ سے جو ارشاد الساری میں طیبی سے بحوالہ التقریب مذکور ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس آیت کے نزول تک ابوطالب کے لئے استغفار کرتے رہے ہوں۔ کافروں کے ساتھ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت لاالٰہ الااللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱
صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴۸
صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ماکان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۷۵
" " سورۃ القصص باب قولہ تعالٰی انک لاتہدی من احببت " " ۲/۷۰۳
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علٰی صحۃ الاسلام من حضرہ الموت " " ۱/۴۰
سنن النسائی کتاب الجنائز النہی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/۲۸۶

[2] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تحت آیۃ ۹/۱۱۳ مکتبۃ الاعلام الاسلامی فی الحوزۃ العلمیۃ قم ایران ۲/۳۱۵

[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ توبہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۷/۱۵۸

قال فی فتوح الغیب وھذا ھو الحق وروایۃ نزولھا فی ابی طالب ھی الصحیحۃ اھ[1] وکذا اردہ الامام الرازی فی الکبیر وقال العلامۃ الخفاجی فی عنایۃ القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمدہ من بعدہ من الشراح ولاینافیہ قولہ فی الحدیث فنزلت لامتداد استغفارہ لہ الی نزولھا اولان الفاء للسببیۃ بدون تعقیب اھ[2]۔

شدت پسندی تو اس سورۃ میں ظاہر ہوتی ہے اھ امام قسطلانی نے فرمایا کہ فتوح الغیب میں ہے کہ یہی حق ہے اور اس کے ابوطالب کے بارے میں نزول والی روایت ہی صحیح ہے اھ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یونہی زمخشری کا رد کیا ہے اور علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں تقریب کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا کہ بعد والے تمام شارحین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ حدیث میں وارد راوی کے قول فنزلت کے منافی نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نزولِ آیت تک ابوطالب کیلئے استغفار میں استمرار فرمایا یا اس لئے کہ فاء سببیت کیلئے ہے نہ کہ تعقیب کے لئے اھ۔ (ت)

اقول والدلیل علی الاستمرار واستدامۃ الاستغفار قول سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنک[3] فھذا مقام الجزم دون التجویز والاستظہار علا ان الامام الجلیل الجلال السیوطی فی کتاب الاتقان[4] عقد فصلا لبیان

میں کہتا ہوں کہ استغفار کے استمرار و دوام پر دلیل سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا۔ لہٰذا یہ مقام جزم ہے نہ کہ مقام تجویز و تائید۔ علاوہ ازیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاتقان میں یہ بیان کرنے کے لئے ایک فصل قائم فرمائی ہے کہ مکی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ التوبۃ دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۱۵۸

[2] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۶۴۰

[3] صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و سورۃ التوبۃ ۲/ ۶۷۵ و سورۃ القصص ۲/ ۷۰۳

صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰

[4] الاتقان فی علوم القرآن فصل فی ذکر ما استثنی من المکی والمدنی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۳

ما نزل من اٰیات السور المکیۃ بالمدینۃ وبالعکس وذکرفیہ عن بعضھم ان اٰیۃ ماکان للنبی اٰیۃ مکیۃ نزلت فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب لاستغفرن لک مالم انہ عنہ واقرہ[1] علیہ فعلی ھذا یزھق الاشکال من رأسہ ثم ان لفظ البخاری فی کتاب التفسیر فانزل اللہ بعد ذٰلک قال الحافظ فی فتح الباری الظاھر نزولھا بعدہ بمدۃ لروایۃ التفسیر[2] اھ وھذا ایضا یطیح الشبھۃ من رأسھا افادھٰذین العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وبعد اللتیا والتی اذ قد افصح الحدیث الصحیح بنزولھا فیہ فکیف ترد الصحاح بالھوسات۔

سُورتوں کی کون سی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں اور اس کے برعکس (یعنی مدنی سُورتوں کی کون سی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں) اور اُس میں بعض مفسرین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ آیت کریمہ "ماکان للنبی" مکّی ہے اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کے اس ارشاد کے بارے میں نازل ہوئی جو آپ نے ابوطالب سے فرمایا کہ "جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا"۔ اور امام سیوطی نے اس کو برقرار رکھا، اس بنیاد پر تو اشکال سرے سے ہی دفع ہوجائے گا، پھر کتاب التفسیر میں بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ "اس کے بعد اللہ تعالٰے نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ حافظ نے فتح الباری میں کہا روایتِ تفسیر کی بنیاد پر ظاہر یہ ہے کہ اس کا نزول سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور سے کچھ مدت کے بعد ہُوا۔ یہ بھی سرے سے شبہہ کا ازالہ کردیتا ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ان دونوں کا افادہ فرمایا۔ اس لمبی اور مختصر گفتگو کے بعد جب حدیث صحیح نے ابوطالب کے بارے میں نزولِ آیت کی تصریح کردی تو خواہشات کے ساتھ صحیح حدیثوں کو کیسے رَد کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

آیت ثالثہ: قال عزّ مجدہ (اللہ عزّ مجدہ نے فرمایا۔ ت):

وھم ینھون عنہ وینأون عنہ وان یھلکون الا انفسھم و

وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دُور رہتے

---

[1] و [2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ذکر وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

ما یشعرون ؀[1]

ہیں اور اس کے باعث وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انھیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر جو بے شعوروں کے سے کام کرے اُس سے بڑھ کر بے شعور کون۔ سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اُن کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطاء بن ابی رباح ومقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں: یہ آیت ابوطالب کے باب میں اُتری۔

تفسیر امام بغوی محی السنہ میں ہے:

قال ابن عباس ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن اذی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویمنعھم وینأی عن الایمان بہ ای یبعد۔[2]

ابن عباس ومقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، وہ لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتا تھا اور انھیں منع کرتا تھا اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتا۔ (ت)

انوار التنزیل میں ہے:

ینھون عن التعرض لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وینأون عنہ فلا یؤمنون بہ کابی طالب۔[3]

وہ لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعاقب کرنے سے روکتے اور خود آپ سے دُور رہتے چنانچہ آپ پر ایمان نہیں لاتے جیسے ابوطالب۔ (ت)

حدیث سوم: فریابی اور عبدالرزاق اپنے مصنّف اور سعید بن منصور سنن میں اور عبد بن حمید اور ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وطبرانی وابوالشیخ وابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تفسیر میں راوی:

قال نزلت فی ابی طالب کان ینھی عن المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و

یعنی یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اُتری کہ وہ کافروں کو حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۰

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۱

يتباعد عما جاء به[1]

ایذا سے منع کرتے باز رکھتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتے۔

قال فی مفاتیح الغیب فیہ "قولان منهم من قال المراد انهم ینهون عن التصدیق بنبوته والاقرار برسالته وقال عطاء ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینهی قریشا عن ایذاء النبی علیه الصلوٰة والسلام ثم یتباعد عنه ولایتبعه علی دینه، والقول الاول اشبه لوجهین الاول ان جمیع الاٰیات المتقدمه علی هذه الاٰیة تقتضی ذم طریقتهم فکذٰلك قوله "وهم ینهون عنه" ینبغی ان یکون محمولا علی امر مذموم فلو حملناه علی ان اباطالب کان ینهی عن ایذائه لما حصل هذا النظم، والثانی انه تعالٰی قال بعد ذٰلك "وان یهلکون الا انفسهم" یعنی به ما تقدم ذکره ولا یلیق ذٰلك ان یکون المراد من قوله "وهم ینهون عنه" النهی

مفاتیح الغیب میں فرمایا اس میں دو قول ہیں، ان میں سے بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ وہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور آپ کی رسالت کے اقرار سے روکتے ہیں، جبکہ عطاء اور مقاتل نے کہا کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی وہ قریش کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے پھر خود آپ سے دُور رہتے اور دین میں آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے۔ قولِ اوّل دو وجہ سے زیادہ مناسب ہے، وجہ اوّل یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ سے ماقبل والی تمام آیات قریش کے طریقہ کی مذمت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ اللہ کا قول "وهم ینهون عنه" (یعنی وہ اس سے روکتے ہیں) بھی امر مذموم پر محمول ہونا چاہیے۔ اگر ہم اس کو اس معنی پر محمول کریں کہ ابوطالب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے تو یہ نظم مذکور حاصل نہ ہوگا۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ "وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں"۔ اس سے مراد وہی ہے جس کا ماقبل ذکر ہو چکا ہے۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وعبدالرزاق وغیرہ تحت الآیۃ ۶/ ۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۷
جامع البیان (تفسیر طبری) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۰۲
دلائل النبوۃ للبیہقی جماع ابواب المبعث باب وفاۃ ابی طالب الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۴۰
تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ ۶/ ۲۶ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکہ مکرمہ ریاض ۴/ ۱۲۷۷

عن اذیته لان ذٰلك حسن لا یوجب الهلاك[1] اھ۔

اور یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "اور وہ اس سے روکتے ہیں" سے مراد نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذاء رسانی سے روکنا ہو اس لئے کہ یہ تو حسن ہے جو موجب ہلاکت نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول اصل الذم للنأی وقد تشدد بالنھی فان الذنب بعد العلم اشد منه حین الجھل فذکر النھی لابانة شدة مایلحقه من الذم فی ذٰلك و عظمة ما یعتریه من الوزر فیما ھنالك فان العلم حجة الله لك وعلیك الاتری الی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی ابی طالب ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار[2] کما سیأتی مع ما علم من حمایته وکفالته ونصرته ومحبته للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم طول عمرہ فانما کادیکون فی الدرك الاسفل لولا شفاعة رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لما ابی الایمان مع کمال العرفان فالاٰیة

میں کہتا ہوں اصل مذمت تو نأی یعنی دُور رہنے کی وجہ سے ہے جو نہی کے سبب سے شدید ہوگئی، کیونکہ علم کے بعد گناہ اس گناہ سے زیادہ شدید ہوجاتا ہے جو زمانۂ جہالت میں کیا گیا ہو۔ چنانچہ نہی کا یہاں ذکر اس شدت وعظمت کے اظہار کے لئے جو اس سے ملحق گناہ اور بوجھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ علم اللہ تعالٰی کی حجت ہے تیرے حق میں اور تیرے خلاف کیا تو ابوطالب کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھتا کہ "اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا"۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ابوطالب کی طرف سے تمام عمر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت، کفالت، نصرت اور محبت کے باوجود جو کہ معلوم ہے۔ اگر نبی اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے کیونکہ کمال معرفت کے باوجود انھوں نے ایمان سے انکار کیا،

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ٦/ ٢٦ المطبعۃ البھیۃ مصر ١٢/ ١٨٩

[2] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ٥٤٨

صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب " " " ١/ ١١٥

علی وزان قولہ تعالٰی "اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم و انتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون ۝"[1] فذکر فی سیاق الذم امرھم بالبر وتلاوتھم الکتاب و انما القصد الی نسیانھم انفسہم و ذکرھٰذین للتسجیل بل قال عز ذکرہ "یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۝ کبر مقتا عنداللہ ان تقولوا ما لاتفعلون ۝"[2] فشدد النکیر علی القول من دون عمل وان کان القول خیرا فی نفسہ قال فی معالم التنزیل "قال المفسرون ان المؤمنین قالوا لو نعلم ای الاعمال احب الی اللہ عزوجل لعملناہ ولبذلنا فیہ اموالنا وانفسنا فانزل عزوجل "ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا" فابتلوا بذلك یوم احد فولوا مدبرین فانزل اللہ تعالٰی "لم تقولون مالا تفعلون ۝"[3] اھ و بہ ینحل الوجھان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجی

چنانچہ آیت مذکورہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرز پر ہے کہ "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمھیں عقل نہیں"۔ ان کے نیکی کا حکم دینے اور کتاب پڑھنے کو مذمت کے سیاق میں ذکر کیا۔ مقصود تو ان کا اپنی جانوں کو بھلانا ہے اور ان دونوں باتوں کا ذکر بطور تمہید ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو"۔ تو یہاں پر قول بلاعمل پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا اگرچہ فی نفسہٖ قول اچھا ہو۔ معالم التنزیل میں کہا کہ مفسرین نے فرمایا کہ مومنوں نے کہا، "اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کون سا ہے تو ہم اس کو ضرور کریں گے اور اس میں اپنے مال وجان قربان کردیں گے"۔ تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر"۔ پھر غزوہ اُحد میں انھیں اس میں مبتلا کردیا گیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ہو"۔ اور اس سے منصف کے لئے دونوں وجہیں کھل گئیں۔ علامہ خفاجی نے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

[2] " ۶۱/ ۲ و ۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۶۱/ ۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۰۷

43 فی العنایۃ بعد نقلہ کلام الامام فیہ نظر[1] و بالجملۃ فعطاء اعلم منا و منکم باسالیب القراٰن و نظمہ فضلا عن ھذا الحبر العظیم الذی قد فاق اکثر الامۃ فی علم القراٰن وفہمہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

عنایہ میں امام کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا: اس میں نظر ہے[1] اھ۔ خلاصہ یہ کہ عطاء قرآن مجید کے اسالیب و نظم کو ہم سے اور تم سے زیادہ جاننے والا ہے چہ جائیکہ یہ عظیم عالم متبحر جو قرآن مجید کے علم و فہم میں اکثر امت پر فوقیت رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فصل دوم ـــــ احادیث

حدیث چہارم: صحیحین و مسند امام احمد میں حضرت سیدنا عباس[31] عم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

انہ قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما اغنیت عن عمک فواللہ کان یحوطک و یغضب لک قال ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار[2]۔ وفی روایۃ وجدتہ غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح[3]۔

یعنی انہوں نے خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا؟ خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ فرمایا: میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کردیا، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

امام ابن حجر[32] فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

یؤید الخصوصیۃ انہ بعد ان امتنع

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت سے

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۶/ ۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۶۵

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶ و ۲۱۰

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/ ۱۱۵

شفع لہ حتی خفف لہ العذاب بالنسبۃ لغیرہ۔[1]

ہوا کہ ابوطالب نے باآنکہ ایمان لانے سے انکار کیا پھر بھی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نے اتنا کام دیا کہ بہ نسبت باقی کافروں کے عذاب ہلکا ہوگیا۔

حدیث پنجم: صحیحین ومسندِ امام احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیٰمۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ۔[2]

یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر آیا، فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ روزِ قیامت میری شفاعت اُسے یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کردیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا۔

یونس بن بکیر نے حدیث محمد بن اسحٰق سے یوں روایت کیا: یغلی منہ دماغہ حتی یسیل علٰی قدمیہ۔[3] اس کا بھیجا اُبل کر پاؤں پر گرے گا۔

عمدۃ القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری ومواہب لدنیہ وغیرہا میں امام سہیلی سے منقول:

الحکمۃ فیہ ان اباطالب کان تابعا لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لجملتہ الا انہ استمر ثابت القدم علٰی دین قومہ فسلط العذاب علٰی قدمیہ خاصۃ لتثبیتہ ایاھما علٰی دین قومہ۔[4]

یعنی ابوطالب کے پاؤں تک آگ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ عزوجل جزا ہمشکل عمل دیتا ہے، ابوطالب کا سارا بدن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت میں صرف رہا، مگر کفر پر ثابت قدمی نے پاؤں پر عذاب مسلط کیا۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص باب قولہ انک لاتھدی الخ مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۱۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۰
صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " " ۱/ ۱۱۵

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحٰق ۱/ ۲۶۴ و ارشاد الساری بحوالہ ابن اسحٰق تحت الحدیث ۳۸۸۵ ۸/ ۳۵۱

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب حدیث ۳۸۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴
ارشاد الساری بحوالہ السہیلی تحت الحدیث ۳۸۸۵ ۸/ ۳۵۱ و المواہب اللدنیہ بحوالہ السہیلی ۱/ ۲۶۴

اسی طرح تیسیر[37] شرح جامع صغیر وغیرہ میں ہے۔

حدیث ششم: بزار وابویعلٰی وابن عدی وتمام حضرت جابر[38] بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل نفعت اباطالب قال اخرجتہ من غمرۃ جھنم الٰی ضحضاح منھا۔[1]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا: میں نے اُسے دوزخ کے غرق سے پاؤں کی آگ میں کھینچ لیا۔

امام عینی[39] عمدہ میں فرماتے ہیں:

فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثور الافائدۃ فیھا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخصائصہ۔[2]

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ ابوطالب کو یہ نفع ملنا صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ہے ورنہ کافروں کے اعمال تو غبار ہیں ہوا پر اُڑائے ہوئے۔

حدیث ہفتم: طبرانی حضرت ام المومنین ام سلمہ[40] رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان الحارث بن ھشام اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم حجۃ الوداع فقال یارسول اللہ انی کنت علی صلۃ الرحم والاحسان الی الجار وایواء الیتیم واطعام الضیف واطعام المسکین وکل ھذا قد کان یفعلہ ھشام بن المغیرۃ فما ظنک بہ یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم کل قبر ای لایشھد صاحبہ ان لا الٰہ الا اللہ فھو جذوۃ من النار وقد وجدت

یعنی حارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی نے روز حجۃ الوداع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! میں ان باتوں پر عمل کرتا ہوں رشتہ داروں سے نیک سلوک، ہمسایہ سے اچھا برتاؤ، یتیم کو جگہ دینا، مہمان کو مہمانی دینا، محتاج کو کھانا کھلانا، اور میرا باپ ہشام یہ سب کام کرتا تھا تو حضور کا اُس کی نسبت کیا گمان ہے؟ فرمایا: جو قبر جس کا مُردہ لا الٰہ الا اللہ نہ مانتا ہو وہ دوزخ کا انگارا ہے، میں نے خود اپنے چچا ابوطالب کو

---

[1] مسند ابویعلٰی الموصلی عن مسند جابر بن عبداللہ حدیث ۲۰۴۳ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۹۹

[2] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار تحت الحدیث ۳۸۸۳ دارالکتب العلمیہ " ۱۷/ ۲۳

عمی اباطالب فی طمطام من النار فاخرجه اللہ لمکانہ منی واحسانہ الیّ فجعلہ فی ضحضاح من النار[1]

سر سے اونچی آگ میں پایا، میری قرابت و خدمت کے باعث اللہ تعالٰی نے اُسے وہاں سے نکال کر پاؤں تک آگ میں کردیا۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت کاف امام کرمانی شارح بخاری سے منقول،

نفع اباطالب اعمالہ ببرکتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان کان اعمال الکفرۃ ھباء منثورا[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ابوطالب کے اعمال نفع دے گئے ورنہ کافروں کے کام تو زرے برباد ہوتے ہیں۔

حدیث ہشتم: امام احمد مسند اور امام بخاری و مسلم اپنی صحاح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھون اھل النار عذابا ابوطالب وھو منتعل بنعلین من نار یغلی منھما دماغہ[3]

بیشک دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب پر ہے وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

نیز صحیحین میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اھون اھل النار عذابا من لہ نعلان وشراکان من نار یغلی منھما دماغہ کما یغلی المرجل مایری ان احدا اشد منہ عذابا وانہ لاھونھم عذابا[4]

دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وُہ ہے جسے آگ کے دو جُوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے جن سے اُس کا دماغ دیگ کی طرح جوش مارے گا وُہ یہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اُسی پر ہے حالانکہ اُس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

اسی حدیث میں امام احمد کی روایت یوں ہے:

---

[1] المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۹۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۴۰۵
المعجم الاوسط حدیث ۷۳۸۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۱۹۰

[2] مجمع بحار الانوار

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

یوضع فی اخمص قدمیه جمرتان یغلی منہما دماغہ[1]	اُس کے تلووں میں انگارے رکھے جائیں گے جس سے بھیجا اُبلے گا۔

اور صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یقول اللہ لاھون اھل النار عذابا یوم القیٰمۃ لوان لك مافی الارض من شیئ اکنت تفتدی بہ ، فیقول نعم، فیقول اردت منك اھون من ھذا وانت فی صلب اٰدم ان لاتشرك بی شیئا فابیتہ ان لاتشرك بی[2]	دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے اللہ عزوجل فرمائے گا تمام زمین میں جو کچھ ہے اگر تیری ملک ہوتا تو کیا اُسے اپنے فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات مانگنے پر راضی ہوتا؟ وہ عرض کرے گا ہاں۔ فرمائے گا میں نے تو تجھ سے روزِ میثاق جبکہ تُو پشتِ آدم میں تھا اِس سے بھی ہلکی اور آسان بات چاہی تھی کہ کسی کو میرا شریک نہ کرنا مگر تُو نے نہ مانا بغیر میرا شریک ٹھہرائے ہوئے۔

اِس حدیث سے بھی ابوطالب کا شرک پر مرنا ثابت ہے۔

کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے :

قیل ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسح اباطالب بعد موتہ وانسی تحت قدمیہ ولذا ینتعل بنعلین من النار[3]	یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مرگ ابوطالب کے بدن پر دستِ اقدس پھیر دیا تھا مگر تلووں پر ہاتھ پھیرنا یاد نہ رہا اس لئے ابوطالب کو روزِ قیامت آگ کے دو جُوتے پہنائے جائیں گے (باقی جسم برکتِ دستِ اقدس محفوظ رہے گا)

حدیث نہم : امام شافعی وامام احمد وامام اسحٰق بن راہویہ وابوداؤد طیالسی اپنی مسانید اور ابن سعد

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۴

[2] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۰
صحیح مسلم کتاب صفۃ المنافقین باب فی الکفار " " ۲/ ۳۷۴
مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ النار واھلہا الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۰۲

[3] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

طبقات اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد و نسائی سنن اور ابن خزیمہ اپنی صحیح اور ابن الجارود منتقی اور مروزی کتاب الجنائز اور بزار و ابویعلٰی مسانید اور بیہقی سنن میں بطرق عدیدہ حضرت سیدنا امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی :

قال قلت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان عمک الشیخ الضال قد مات قال اذھب فوار اباك [1]

یعنی میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی : یارسول اللہ ! حضور کا چچا وہ بڈھا گمراہ مرگیا۔ فرمایا : جا اسے دبا آ۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے مولا علی نے عرض کی :

ان عمك الشیخ الکافر قد مات فما تری فیہ ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اری ان تغسلہ وامرہ بالغسل [2]

حضور کا چچا وہ بڈھا کافر مرگیا اس کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے یعنی غسل وغیرہ دیا جائے یا نہیں ؟ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : نہلا کر دبا دو۔

امام شافعی کی روایت میں ہے :

فقلت یارسول اللہ انہ مات مشرکا قال اذھب فوارہ [3]

میں نے عرض کی : یارسول اللہ ! وہ تو مشرک مرا۔ فرمایا : جاؤ ، دبا آؤ۔

امام الائمہ ابن خزیمہ نے فرمایا : یہ حدیث صحیح ہے۔

امام حافظ الشان اصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں ، صححہ ابن خزیمۃ [4] (ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح کی ہے ۔ ت)

---

[1] نصب الرایۃ بحوالۃ الشافعی واسحٰق بن راہویہ وابی داؤد الطیالسی وغیرھم کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت الحدیث الحادی العشر النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲/ ۲۸۹ و ۲۹۰
سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک آفتاب عالم پریس ۲/ ۱۰۲
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۲۹ و ۱۳۰
السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب المسلم یغسل ذا قرابتہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۹۸
[2] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الجنائز باب فی الرجل یموت لہ قرابۃ المشرک ادارۃ القرآن کراچی ۳/ ۳۴۸
[3] نصب الرایہ بحوالۃ الشافعی کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت النوریۃ الرضویۃ الخ ۲/ ۲۹۰
[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

اس حدیثِ جلیل کو دیکھئے ابوطالب کے مرنے پر خود امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مرگیا، حضور اس پر انکار نہیں فرماتے نہ خود جنازے میں تشریف لے جاتے ہیں، ابوطالب کی بی بی امیر المومنین کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جب انتقال کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی چادر و قمیص مبارک میں انھیں کفن دیا، اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی، اپنے دستِ مبارک سے مٹی نکالی، پھر ان کے دفن سے پہلے خود اُن کی قبر مبارک میں لیٹے اور دعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لایموت اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی، فانک ارحم الراحمین۔

اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اُن کی قبر وسیع کر صدقہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا، تُو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابونعیم فی الحلیۃ عن انس ونحوہ ابن ابی شیبۃ عن جابر والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وابونعیم فی المعرفۃ والدیلمی بسند حسن عن ابن عباس وابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

(روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر واوسط میں، ابن حبان نے، حاکم نے اور اس نے اس کی تصحیح کی، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور اس کی مثل ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، شیرازی نے القاب میں، ابن عبدالبر نے، ابونعیم نے معرفہ میں، دیلمی نے سند حسن کے ساتھ ابن عباس سے اور ابن عساکر نے حضرت علی سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ت)

کاش ابوطالب مسلمان ہوتے تو کیا سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن کے جنازہ میں تشریف نہ لیجاتے، صرف اتنے ہی ارشاد پر قناعت فرماتے کہ "جاؤ اسے دبا آؤ"۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی قوتِ ایمان دیکھئے کہ خاص اپنے باپ نے انتقال کیا ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل کا فتوٰی دے رہے ہیں، اور یہ عرض کرتے ہیں کہ "یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔" ایمان ان بندگانِ خدا کے تھے کہ اللہ و رسول کے مقابلہ میں باپ بیٹے کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا، اللہ و رسول کے مخالفوں کے دشمن تھے اگرچہ وہ اپنا جگر ہو، دوستانِ خدا و

---

[1] مجمع الزوائد کتاب المناقب باب مناقب بنت اسد دار الکتاب بیروت ۹/ ۲۵۷
کنز العمال حدیث ۳۳۳۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت [illegible]

رسول کے دوست تھے اگرچہ اُن سے دُنیوی ضرر ہو۔

اولٰئك كتب فی قلوبهم الایمان و ایدهم بروح منه و یدخلهم جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها رضی الله عنهم و رضوا عنه اولٰئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون[1] جعلنا الله منهم بهم ولهم بفضل رحمة بهم انه هو الغفور الرحيم، والحمد لله رب العٰلمین وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد و اٰله و اصحابه اجمعین اٰمین!

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سُنتا ہے اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان کے صدقے میں ان میں سے کردے۔ بیشک وہ ہی بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی ہمارے آقا محمد مصطفٰے، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر، اے اللہ! ہماری دُعا قبول فرما! (ت)

حدیث دہم: بخاری ومسلم اپنی صحاح اور ابن ماجہ اپنی سُنن اور طحاوی شرح معانی الآثار اور اسمٰعیلی مستخرج علی صحیح البخاری میں بطریق امام علی بن حسین زین العابدین عن عمرو بن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انه قال یا رسول الله این تنزل فی دارك بمكة فقال وهل ترك عقیل من رباع او دور وكان عقیل ورث اباطالب هو وطالب ولم یرثه جعفر ولا علی رضی الله تعالٰی عنهما شیئا لانهما كانا مسلمین وكان عقیل وطالب كافرین فكان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه یقول لا یرث

یعنی انھوں نے خدمتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی کہ یارسول اللہ! حضور کل مکہ معظمہ میں اپنے محلے کے کون سے مکان میں نزولِ اجلال فرمائیں گے۔ فرمایا: کیا ہمارے لئے عقیل نے کوئی محلّہ یا مکان چھوڑدیا ہے۔ امام زین العابدین نے فرمایا: ہُوا یہ تھا کہ ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے پایا، اور جعفر و علی

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

المؤمن الکافر[1]، ولفظ ابن ماجة والطحاوی فکان عمر من اجل ذلك یقول[2] الخ ولفظ الاسماعیلی فمن اجل ذلك کان عمر یقول[3]

رضی اللہ تعالٰی عنہما کو کچھ نہ ملا۔ یہ دونوں حضرات وقتِ موتِ ابی طالب مسلمان تھے اور طالب کافر تھا اور عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی اُس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ اسی بناء پر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے کہ کافر کا ترکہ مسلمان کو نہیں پہنچتا۔

تنبیہ: لاشك ان قوله وکان عقیل ورث اباطالب مدرج فی الحدیث ولم یبین قائله فی الکتب الذی ذکرنا واخترت انا انه الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنه و قال الامام العینی فی العمدة قوله وکان عقیل ادراج من بعض الرواة ولعله من اسامة کذا قال الکرمانی[4] اھ والصواب ما ذکرته وقد کتبت علی هامش العمدة ما نصه۔

تنبیہ: اس میں شک نہیں کہ اس کا قول "اور عقیل وارث ہوا ابوطالب کا" حدیث میں داخل کیا گیا اس کا قائل ان کتابوں میں مذکور نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور میں نے اختیار کیا ہے کہ وہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ امام عینی نے عمدۃ القاری میں کہا کہ اس کا قول "وکان عقیل" بعض راویوں کی طرف سے حدیث میں داخل کیا گیا ہے ممکن ہے یہ ادراج وادخال اسامہ کی طرف سے ہو۔ کرمانی نے یوں ہی کہا ہے اھ، اور درست وہی ہے جو میں نے ذکر کیا، اور میں نے عمدۃ القاری پر حاشیہ لکھا جس کی صراحت یہ ہے۔ (ت)

اقول بل هو من علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنهم، بیّنه

میں کہتا ہوں بلکہ وہ علی بن حسین بن علی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، اس کو امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناسک باب توریث دور مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۶
صحیح مسلم کتاب الحج باب النزول بمکۃ وتوریث دورہا " " " ۱/۴۳۶
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب میراث اھل الاسلام من اہل الشرک الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۰۲
[3]
[4] عمدۃ القاری کتاب المناسک باب توریث دور مکۃ الخ تحت الحدیث ۱۵۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/۳۲۴

مالك فی مؤطاه فانه اسند اولا عن ابن شهاب بالسند المذکور فی الکتاب اعنی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایرث المسلم الکافر[1] ثم قال مالك عن ابن شهاب عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب انه اخبره انما ورث ابا طالب عقیل و طالب ولم یرثه علی قال علی فلذٰلك ترکنا نصیبنا من الشعب[2] وھٰکذا رواہ محمد فی مؤطاہ عن مالك مفرقا مصرحا فقد بین واحسن احسن اللہ الیہ و الینا بہ اٰمین!

میں بیان فرمایا ہے، پہلے اس کو امام مالک نے ابن شہاب سے کتاب یعنی صحیح بخاری میں مذکور سند کے ساتھ ذکر کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اھ - پھر کہا مالک نے ابن شہاب سے روایت کی اس نے علی بن حسین بن علی بن ابو طالب سے، اس نے خبر دی کہ عقیل اور طالب ابو طالب کے وارث بنے جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ اُس کے وارث نہ بنے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کر دیا - اسی طرح امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں امام مالک سے صراحۃً روایت کیا۔ انھوں نے خوب ظاہر کیا اور احسان کیا' اللہ تعالٰے ان پر اور ہم پر احسان فرمائے - آمین! (ت)

حدیث یازدہم: عمر بن شبہ کتاب مکہ میں اور ابو یعلٰی و ابو بشر اور سمویہ اپنے فوائد اور حاکم مستدرک میں بطریق محمد بن سلمہ بن ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین قصۂ اسلام ابی قحافہ والد امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی سے راوی:

قال فلما مد یدہ یبایعہ بکی ابوبکر فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما یبکیك قال لان تکون ید عمك مکان یدہ و یسلم ویقر

یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست انور ابو قحافہ سے بیعت اسلام لینے کیلئے بڑھایا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ روئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ - عرض کی، ان کے ہاتھ کی جگہ آج حضور کے

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶

[2] " " " " " " " " " " " "

الله عینك احب الیّ من ان یکون[1]

چچا کا ہاتھ ہوتا اور ان کے اسلام لانے سے اللہ تعالٰی حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی آنکھ ٹھنڈی کرتا تو مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ یہ بات عزیز تھی۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث بر شرطِ شیخین صحیح ہے۔ حافظ الشان نے اصابہ میں اسے مسلّم رکھا اور فرمایا: سندہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے۔ت)

حدیث دوازدہم: ابو قرہ موسٰی بن طارق وہ موسٰی بن عبیدہ وہ عبداللہ بن دینار وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جاء ابوبکر بابی قحافة یقودہ یوم فتح مکة فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الا ترکت الشیخ حتی نأتیه قال ابوبکر اردت ان یأجرہ الله والذی بعثك بالحق لانا کنت اشد فرحا باسلام ابی طالب لوکان اسلم منی بابی[3]

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑے ہُوئے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس بُوڑھے کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ ہم خود اس کے پاس تشریف فرما ہوتے، صدیق نے عرض کی کہ میں نے چاہا کہ اللہ اُن کو اجر دے قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ ابو طالب کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی اگر وہ اسلام لے آتے۔ (ت)

اللہ اللہ یہ محبوب میں فنائے مطلق کا مرتبہ ہے صدق اللہ "والذین اٰمنوا اشد حبا لله"[4] (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ت) اسی طرح

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ عمر بن شبّہ وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶
[2] " " " " " " " ۴/ ۱۱۶
[3] " " " بحوالہ ابی قرۃ وغیرہ " " " ۴/ ۱۱۷
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۵

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ عم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا:

انا باسلامك اذا اسلمت افرح منی باسلام الخطاب۔ ذکرابن اسحٰق[1] فی سیرتہ۔

مجھے آپ کے اسلام کی جتنی خوشی ہوئی اپنے باپ خطاب کے اسلام کی اتنی نہ ہوتی (اس کو ابواسحٰق اس کی سیرت میں ذکر کیا۔ ت)

حدیث سیزدہم: یونس بن بکیر فی زیادات مغازی ابن اسحٰق عن یونس بن عمرو عن ابی السفر،

قال بعث ابوطالب الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اطعمنی من عنب جنتك فقال ابوبکران اللہ حرمها علی الکافرین[2]۔

یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کر بھیجی کہ مجھے اپنی جنّت کے انگور کھلائیے۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ نے انھیں کافروں پر حرام کیا ہے۔

حدیث چہاردہم: الواحدی من حدیث موسٰی بن عبیدۃ قال اخبرنا محمّد[3] بن کعب القرظی،

قال بلغنی انه لما اشتکی ابوطالب شکواہ التی قبض فیها قالت له قریش ارسل الی ابن اخیك یرسل الیك من هذہ الجنة التی ذکرها یکون لك شفاء فارسل الیه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان اللہ حرمها علی الکافرین طعامها وشرابها ثم اتاہ فعرض علیه الاسلام، فقال لولا ان تعیربها

یعنی ابوطالب کے مرض الموت میں کافرانِ قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کرو کہ یہ جنت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمہارے لئے کچھ بھیج دیں کہ تم شفا پاؤ۔ ابوطالب نے عرض کر بھیجی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالٰی نے جنّت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔ پھر تشریف لاکر ابوطالب پر اسلام پیش کیا۔ ابوطالب نے کہا، لوگ حضور پر طعنہ کریں گے کہ

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحٰق ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷
[2] " " " " " " ۴/ ۱۱۶

فیقال جزع عمك من الموت لاقررت بها عینك واستغفر له بعد مامات فقال المسلمون ما یمنعنا ان نستغفر لاٰبائنا ولذوی قرابتنا قد استغفر ابراھیم علیہ السلام لابیہ ومحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ فاستغفروا للمشرکین حتی نزلت ماکان للنبی والذین اٰمنوا الاٰیۃ۔[1]

حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا چچا موت سے گھبرا گیا اس کا خیال نہ ہوتا تو میں حضور کی خوشی کر دیتا۔ جب وُہ مرگئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعائے مغفرت کی، مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لئے دعائے بخشش سے کون مانع ہے، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کی، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے چچا کے لئے استغفار کررہے ہیں۔ یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی۔ اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لئے یہ دُعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو، جب کہ روشن ہو لیا کہ وُہ جہنمی ہیں ــــ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث پانزدہم (۵۲): ابونعیم حلیہ میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت مشیئۃ اللہ عزّوجل فی اسلام عمی العباس ومشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت مشیئۃ اللہ مشیتی۔[2]

اللہ تعالٰی نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو، اللہ تعالٰی کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا اور عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مشرف باسلام ہوئے ــــ فللہ الحجۃ البالغۃ۔

فصل سوم

چون (۵۳) اقوال ائمہ کرام وعلمائے اعلام اُوپر گزرے اور بعد کلام خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا حالتِ منتظرہ باقی ہے خاتمہ کا حال خدا ورسول سے زیادہ کون جانے، عز مجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[1]

[2] کنز العمال برمز ابی نعیم عن علی حدیث ۳۳۴۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۵۲

مگر تکثیر فوائد و تسکین زائد کے لئے بعض اور بھی کہ سرِ دست پیشِ نظر ہیں اضافہ کیجئے کہ زیادت خیر زیادت خیر ہے۔ وباللہ التوفیق۔

۵۵ امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ابوطالب عمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مات کافرا[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی۔ والعیاذ باللہ۔

۵۶ امام برہان الدین علی بن ابی بکر فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

اذا مات الکافر ولہ ولی مسلم فانہ یغسلہ ویکفنہ ویدفنہ بذلک امر علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حق ابیہ ابی طالب لکن یغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقۃ و یحفر حفیرۃ من غیر مراعاۃ سنۃ التکفین و اللحد ولا یوضع فیہ بل یلقی[2]

جب کافر مرجائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اُن کے باپ ابوطالب کے بارے میں ایسا ہی حکم دیا گیا۔ لیکن اس کو غسل ایسے دیا جائے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے، اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لئے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنّت ملحوظ نہ رکھی جائے، اور نہ ہی اسکو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ت)

۵۷ امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

مات کافر یغسلہ ولیہ المسلم ویکفنہ ویدفنہ والاصل فیہ انہ لما مات ابوطالب اتی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال ان عمک الشیخ الضال

کافر مرجائے تو اس کا مسلمان رشتہ دار اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے۔ اس میں اصل یہ ہے کہ جب ابوطالب مرگئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا

---

[1] الفقہ الاکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور ص ۲۱
[2] الہدایۃ باب الجنائز فصل فی الصلٰوۃ علی المیت المکتبۃ العربیۃ دستگیر کالونی کراچی ۱/ ۱۶۱-۹۲

قد مات فقال اغسله واکفنه وادفنه ولا تحدث حدثا حتی تلقانی ای لا تصل علیہ[1] الخ۔

مرگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو اور کوئی نئی چیز نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے آملو یعنی اس کی نماز جنازہ مت پڑھنا الخ۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

مات للمسلم قریب کافر لیس لہ ولی من الکفار یغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویحفرلہ حفرۃ ویلقیہ فیہا من غیر مراعاۃ السنۃ فی ذٰلک لما روی ان اباطالب لما ھلک جاء علی فقال یارسول اللہ ان عمک الضال قد مات[2] الخ۔

مسلمان کا کوئی قریبی کافر رشتہ دار مرگیا، اس کا کافروں میں کوئی وارث موجود نہیں ہے تو وہ مسلمان اُسے غسل دے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے، ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھا کھود کر اُس میں پھینک دے اور اس سلسلے میں سنّت کا لحاظ نہ کرے کیونکہ مروی ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہُوا تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آکر کہا یارسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا مرگیا ہے الخ۔

علامہ ابراہیم طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول نورالایضاح ان کان للکافر قریب مسلم غسلہ (اگر کسی کافر کا کوئی قریبی رشتہ دار مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے۔ ت) فرماتے ہیں:

الاصل فیہ ما رواہ ابوداؤد وغیرہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما مات ابوطالب[3] الحدیث۔

اصل اس میں وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد وغیرہ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب ابوطالب مرگیا تو انھوں نے کہا، الحدیث۔ (ت)

علامہ زین بن نجیم مصری بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

یغسل ولی مسلم الکافر ویکفنہ و

مسلمان رشتہ دار کافر کو غسل دے، کفن پہنائے اور

---

[1] الکافی شرح الوافی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۲۹

یدفنه بذٰلك امر علی رضی اللہ تعالٰی دفن کرے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایسا
عنہ ان یفعل بابیہ حین مات[1] کرنے کا حکم دیا گیا جب اُن کا باپ مرگیا۔ (ت)

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے قرابتدار کافر مُردہ کو نہلا سکتا ہے کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے اپنے باپ ابوطالب کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اجازت سے نہلایا۔
فتح القدیر و کفایہ و بنایہ وغیرہا تمام شروح ہدایہ میں اِس مضمون کو مقبول و مقرر رکھا۔ کتبِ فقہ میں اسکی عبارات بکثرت ملیں گی سب کی نقل سے اطالت کی حاجت نہیں۔ واضح ہُوا کہ سب علمائے کرام ابوطالب کو کافر جانتے ہیں۔ یُونہی امام ابوداؤد نے اپنی سُنن میں باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک[2] وضع فرمایا یعنی باب اُس شخص کا جس کا کوئی قرابت دار مشرک مرے۔ اور امام نسائی نے باب مواراۃ المشرک[3] یعنی دفنِ مشرک کا باب، اور دونوں نے اُس میں یہی حدیث موتِ ابی طالب ذکر کی، انھیں نسائی کے اِسی مجتبٰی میں ایک باب النھی عن الاستغفار للمشرکین[4] ہے اس میں حدیث دوم روایت کی، ابن ماجہ نے سُنن میں باب میراث اھل الاسلام من اھل الشرک[5] لکھا یعنی مشرک کا ترکہ مسلم کو ملے گا یا نہیں، اس میں حدیث دوم وارد کی۔

امام اجل صاحب المذہب سیدنا امام مالک نے مؤطا شریف میں باب التوارث بین اھل الملل[6] منعقد فرمایا یعنی مختلف دین والوں میں ایک کو دوسرے کا ترکہ ملنے کا حکم، اور اس میں حدیثیں مسلم و کافر کے عدم توارث کی روایت فرمائیں جن میں یہ حدیث امام زین العابدین در بارۂ ترکہ ابوطالب مذکور حدیث دہم بھی ارشاد کی۔ یونہی امام محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا شریف میں باب لایرث المسلم الکافر[7] منعقد فرما کر حدیث مذکور ایراد کی۔

---

[1] بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوٰتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹۰
[2] سُنن ابی داؤد " باب الرجل یموت لہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۲
[3] سُنن النسائی " باب مواراۃ المشرک نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۲۸۳
[4] " " باب النھی عن الاستغفار للمشرکین " " ۱/۲۸۶
[5] سُنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب میراث اہل الاسلام من اھل الشرک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰
[6] مؤطا الامام مالک کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶
[7] مؤطا الامام محمد " باب لایرث المسلم کافر نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۱۹و۳۲۰

امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جامع صحیح کتاب الجنائز میں ایک باب وضع فرمایا باب اذا قال المشرک عند الموت لا الٰہ الا اللہ[1] یعنی باب اس کے بیان کا کہ مشرک مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے تو کیا حکم ہے، اور اس میں حدیث دوم روایت فرمائی۔ اُسی کی کتاب الادب میں لکھا باب کنیۃ المشرک[2] اس میں حدیث چہارم روایت اور حدیث مذکور،

سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول وھو علی المنبر ان بنی ھاشم بن المغیرۃ استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب[3]۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ بنی ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابو طالب کے ساتھ کر دیں۔ (ت)

ذکر کی ـــــ امام قسطلانی نے تطبیقِ حدیث و ترجمہ میں لکھا فذکر اباطالب المشرک بکنیتہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب مشرک کو کنیت سے یاد فرمایا۔ پھر لکھا:

قد جوزوا ذکر الکافر بکنیتہ اذا کان لا یعرف الا بھا کما فی ابی طالب او کان علی سبیل التألف رجاء اسلامھم او تحصیل منفعۃ منھم لا علی سبیل التکریم فانا مامورون بالاغلاظ علیھم[4]۔

علماء نے کافر کو کنیت سے ذکر کرنا جائز رکھا جب کہ وہ اور نام سے نہ پہچانا جائے جیسے ابوطالب یا بامید اسلام تالیف مقصود یا کام نکالنا ہو مگر بطور تکریم جائز نہیں کہ ہمیں ان پر سختی کرنے کا حکم ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابن بطال فیہ جواز تکنیۃ المشرک[5]

امام ابن بطال نے فرمایا: اس حدیث سے مشرک کو بلفظ کنیت یاد کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

اُسی میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱
[2] " " کتاب الادب باب کنیۃ المشرک " " " ۲/ ۹۱۶
[3] " " کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ الخ " " " ۲/ ۷۸۷
[4] ارشاد الساری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت الحدیث ۶۲۰۸ بیروت ۱۳/ ۲۰۷ و ۲۱۰
[5] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الادب تحت الحدیث ۶۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲/ ۳۲۹

فیہ دلالۃ ان اللہ تعالٰی قد یعطی الکافر عوضاً من اعمالہ التی مثلھا یکون قربۃ لاھل الایمان باللہ تعالٰی لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبران عمہ نفعتہ تربیتہ ایاہ وحیاطتہ لہ التخفیف الخ[1]۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کافر کو بھی اس کے اعمال کا کچھ عوض دیتا ہے جو اہلِ ایمان کریں تو قربِ الٰہی پائیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور کے چچا کو حضور کی خدمت و حمایت نے تخفیفِ عذاب کا فائدہ دیا الخ۔

امام عارف باللہ سیّدی علی متقی مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتب جلیلہ منہج العمال و کنز العمال و منتخب کنز العمال میں ایک باب منعقد فرمایا: الباب السادس فی اشخاص لیسوا من الصحابۃ[2] اُن شخصوں کے ذکر میں جو صحابی نہیں۔ اور اسی باب میں ابوطالب و ابوجہل وغیرہما ذکر کیا۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن بن شیبانے تیسیر الوصول الٰی جامع الاصول میں احادیث ذکر ابی طالب کو فصل غیر صحابہ میں وارد کیا اور اس میں صرف حدیث دوم و چہارم و پنجم کو جلوہ دیا۔ اگر ابوطالب کو اسلام نصیب ہوتا تو کیا وہ شخص صحابہ سے خارج ہوسکتا جس نے بچپن سے حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں پالا اور مرتے دم تک حضر و سفر کی ہمرکابی سے بہرہ یابی کا غلغلہ ڈالا۔

یونہی امام حافظ الحدیث ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ابوطالب کو باب الکنٰی حرف الطاء المہملہ کی قسم رابع میں ذکر کیا، یعنی وہ لوگ جنھیں صحابی کہنا مردود و غلط و باطل ہے۔

اسی میں فرماتے ہیں:

ورد من عدۃ طرق فی حق من مات فی الفترۃ ومن ولد مجنونا ونحو ذٰلک ان کلا منھم یدلی بحجۃ ویقول لوعقلت او ذکرت لاٰمنت فترفع لھم نار ویقال لھم ادخلوھا فمن دخلھا

یعنی بہت اسانید سے حدیث آئی کہ جو زمانہ فترت میں اسلام آنے سے پہلے مرگیا یا مجنون پیدا ہوا اور جنون ہی میں گزر گیا اور اسی قسم کے لوگ جنھیں دعوتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نہ پہنچی اُن میں ہر ایک روزِ قیامت ایک عذر پیش کرے گا کہ الٰہی! میں عقل رکھتا یا مجھے دعوت پہنچتی تو میں ایمان لاتا، اُن کے امتحان کو ایک

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت حدیث ۶۲۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۲/ ۳۳۹

[2] کنز العمال الباب السادس فی فضل اشخاص لیسوا من الصحابۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۵۰

کانت علیھم برداً وسلاماً ومن امتنع ادخلھا کرھا ونحن نرجو ان یدخل عبد المطلب واٰل بیتہ فی جملۃ من یدخلھا طائعا فینجو لکن ورد فی ابی طالب ما یدفع ذٰلک وھو ما تقدم من اٰیۃ براءۃ وما فی الصحیح انہ فی ضحضاح من النار فھٰذا شان من مات علی الکفر فلو کان مات علی التوحید لنجا من النار اصلا والاحادیث الصحیحۃ والاخبار المتکاثرۃ طافحۃ بذٰلک[1] اھ مختصرا۔

آگ بلند کی جائے گی اور ارشاد ہوگا اس میں جاؤ جو حکم مانے گا اور اس میں داخل ہوگا وہ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی اور جو نہ مانے گا جبراً آگ میں ڈالا جائے گا، اور ہمیں امید ہے کہ عبدالمطلب اور ان کے گھر والے کہ قبل ظہور نورِ اسلام انتقال کرگئے وہ سب انھیں لوگوں میں ہوں گے جو اپنی خوشی سے اس امتحانی آگ میں جاکر ناجی ہوجائیں گے، مگر ابوطالب کے حق میں وہ وارد ہولیا جو اسے دفع کرتا ہے، سورۂ توبہ شریف کی آیت اور حدیث صحیح کا ارشاد کہ وہ پاؤں تک کی آگ میں ہے۔ یہ حال اس کا ہے جو کافر مرے، اگر اخیر وقت اسلام لاکر مرنا ہوتا تو دوزخ سے نجات کلی چاہئے تھی، صحیح وکثیر حدیثیں کفرِ ابی طالب ثابت کررہی ہیں اھ مختصرا۔

پھر فرمایا:

وقد فخر المنصور علی محمد بن عبداللّٰہ بن الحسن لما خرج بالمدینۃ وکاتبہ المکاتبات المشھورۃ ومنھا فی کتاب المنصور وقد بعث النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ اربعۃ اعمام فاٰمن بہ اثنان احدھما ابی وکفر بہ اثنان احدھما ابوک[2]۔

یعنی جب امام نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خلیفہ عباسی عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مشہور بہ منصور دوانیقی پر خروج فرمایا اور مدینہ طیبہ پر تسلط کرکے خلیفہ وامیر المومنین لقب پایا اُن میں اور خلیفہ مذکور منصور میں مکاتبات مشہورہ ہوئے، ازاں جملہ منصور نے ایک نامہ میں لکھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہوئی حضور کے چار چچا زندہ تھے حمزہ وعباس وابوطالب وابولہب۔ دو حضور پر ایمان لائے ایک اُن میں میرے باپ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

[2] " " " " " " " " "

ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور دو کا فر ہے ایک اُن میں آپ کے باپ ہیں یعنی ابوطالب۔

یہ منصور علاوہ خلیفہ و اہلبیت ہونے کے خود بھی علمائے تبع تابعین و فقہاء محدثین سے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں انھیں فقیہ النفس وجید المشارکۃ فی العلم لکھا اور فرمایا:

ولد سنۃ خمس وتسعین وادرک جدہ ولم یروعنہ وروی عن ابیہ وعن عطاء بن یسار وعنہ ولدہ المہدی[1]	وہ ۹۵ھ میں پیدا ہوا، اپنے دادا کو پایا مگر ان سے روایت نہیں کی اپنے باپ اور عطاء بن یسار سے روایت کی اور اُس سے اُس کے بیٹے مہدی نے روایت کی۔ (ت)

اور امام اجل نفس زکیہ کو یوں بے تامل لکھ بھیجنا اور امام کا اس پر رد نہ فرمانا بھی بتا رہا ہے کہ کفرِ ابی طالب واضح و مشہور بات تھی، اصابہ میں اس کے بعد فرمایا، ومن شعر عبد اللہ بن المعتز یخاطب الفاطمیین ؎

وانتم بنو بنتہ دوننا
ونحن بنو عمہ المسلم

یعنی عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن محمد بن ہارون بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، یا یوں کہئے کہ چھ خلفاء کے بیٹے عبد اللہ بن المعتز باللہ ابن المتوکل ابن المعتصم ابن الرشید ابن المہدی ابن المنصور کا ایک شعر بعض ساداتِ کرام کے خطاب میں ہے کہ:

"تم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نواسے ہو ہم نہیں، اور ہم حضور کے مسلمان چچا کے بیٹے ہیں۔"

اس میں بھی کفرِ ابی طالب پر صاف تعریض موجود ہے عبد اللہ اہلِ علم و فضل سے ہیں، حدیث میں علی بن حرب معاصر امام بخاری و مسلم کے شاگرد نیز امام ممدوح کتاب الاحکام پھر امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

نحن نرجوان یدخل عبد المطلب	ہم امید کرتے ہیں کہ عبد المطلب اور ان کے اہلبیت

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المنصور ابوجعفر عبد اللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۸۰

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۸

وآل بیتہ الجنۃ الا ابا طالب فانہ ادرک البعثۃ ولم یؤمن[1] اھ باختصار۔

سب جنّت میں جائیں گے سوا ابوطالب کے کہ زمانۂ اسلام پایا اور اسلام نہ لائے۔

نیز فتح الباری[89] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من عجائب الاتفاق ان الذین ادرکھم الاسلام من اعمام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربعۃ لم یسلم منھم اثنان واسلم اثنان وکان اسم من لم یسلم ینافی اسامی المسلمین وھما ابوطالب اسمہ عبد مناف وابولھب اسمہ عبد العزّٰی بخلاف من اسلم وھما حمزۃ والعباس[2]۔

عجائب اتفاق سے ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چار چچا زمانۂ اسلام میں زندہ تھے، دو اسلام نہ لائے اور دو مشرف باسلام ہوئے، وہ دو کہ اسلام نہ لائے اُن کے نام بھی پہلے ہی سے مسلمانوں کے نام کے خلاف تھے، ابوطالب کا نام عبدمناف تھا اور ابولہب کا عبد العزّٰی، اور دو کہ مسلمان ہوئے ان کے نام پاک وصاف تھے حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

وکذا اثرہ الزرقانی[90] فی شرح المواھب۔

امام احمد[91] بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

کان العباس اصغر اعمامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یسلم منھم الا ھو وحمزۃ[3]۔

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب میں چھوٹے چچا تھے۔ حضور کے اعمام میں صرف یہ اور حضرت حمزہ مسلمان ہوئے و بس۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ اواخر صلٰوۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے، آیت دوم تلاوت کرکے فرماتے ہیں:

ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول

صحیحین میں ثابت ہوچکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی

---

[1] المواہب اللدنیۃ قضیۃ نجاۃ والدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی المصنف فی المسئلۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۳

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/۱۱۸

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب مصطفٰی البابی مصر ۸/۱۹۶

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۶

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۱۱

الآیۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابی طالب لاستغفرن لك مالم انہ عنك[1]	علیہ وسلم نے ابوطالب کے لئے دعائے مغفرت کی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا) اس پر یہ آیت اتری۔

امام محی السنۃ بغوی معالم شریف اول رکوع سورۂ بقر میں زیر قولہ تعالٰی ان الذین کفروا سواء علیہم پھر قاضی حسین بن محمد دیاربکری مالکی تکی کتاب الخمیس میں فرماتے ہیں، کفر چار قسم ہے، کفر انکار و کفر جحود و کفر عناد و کفر نفاق۔ کفر انکار یہ کہ اللہ عزوجل کو نہ دل سے جانے اور نہ زبان سے مانے، جیسے ابلیس و یہود۔ اور کفر نفاق یہ کہ زبان سے مانے مگر دل میں نہ جانے۔ وکفر العناد ھو ان یعرف اللہ بقلبہ و یعترف بلسانہ ولا یدین بہ ککفر ابی طالب حیث یقول ؎

ولقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا
لولا الملامۃ او حذار مسبۃ
لوجدتنی سمحا بذاك مبینا[2]

یعنی کفر عناد یہ کہ اللہ تعالٰی کو دل سے بھی جانے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم و گرویدگی سے باز رہے جیسے ابوطالب کا کفر کہ یہ شعر کہے:

"واللہ! میں جانتا ہوں کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دین سے بہتر ہے، اگر ملامت یا طعنے سے بچنا نہ ہوتا تو تُو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اہل دلی کے ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کرلیتا۔"

امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کرکے فرماتے ہیں، جمیع ھذہ الاصناف سواء فی ان من لقی اللہ تعالٰی بواحد منہا لا یغفر لہ[3] یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب موسسۃ شعبان بیروت ۱/۳۰۱
معالم التنزیل تفسیر البغوی تحت الآیۃ ۲/۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱

[3] " " " " " " " " "

کفر کرے اللہ عزوجل سے ملے گا وہ کبھی اُسے نہ بخشے گا۔

امام شہاب الدین[91] ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی نے شرح التنقیح پھر امام قسطلانی[92] نے مواہب میں کفار کی ایک قسم یُوں بیان فرمائی:

من اٰمن بظاهره و باطنه وکفر بعدم الاذعان للفروع کما حکی عن ابی طالب انه کان یقول انی لاعلم ان مایقوله ابن اخی لحق ولولا انی اخاف ان تعیرنی نساء قریش لاتبعته وفی شعره یقول ؎

لقد علموا ان ابننا لامکذب
یقینا و لایعزی لقول الاباطل

فهذا تصریح باللسان و اعتقاد بالجنان غیر انه لم یذعن[1]

یعنی ایک کافر وہ ہے جو قلب سے عارف زبان سے معترف ہو مگر اذعان نہ لائے جیسے ابوطالب سے مروی کہ بیشک میں یقیناً جانتا ہُوں کہ جو کچھ میرے بھتیجے (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فرماتے ہیں ضرور حق ہے اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں مجھے عیب لگائیں گی تو ضرور میں اُن کا تابع ہو جاتا اور اپنے ایک شعر میں کہا:

خدا کی قسم کافرانِ قریش خوب جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یقیناً سچے ہیں اور معاذ اللہ کوئی کلمہ خلافِ حق کہنا ان کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا۔

تو یہ زبان سے تصریح اور دل سے اعتقاد سب کچھ ہے مگر اذعان نہ ہوا۔

امام ابن اثیر[93] جزری نہایہ، پھر علامہ زرقانی[94] شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

کفر عناد هو ان یعرفه بقلبه ویعترف بلسانه ولایدین به کابی طالب[2]

کفر عناد یہ ہے کہ دل سے پہچانے اور زبان سے اقرار کرے مگر تسلیم و انقیاد سے باز رہے جیسے ابوطالب۔

علامہ مجد الدین[95] فیروز آبادی سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

چون عم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوطالب

جب نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابوطالب

---

[1] المواهب اللدنیة عام الحزن وفاة ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵
[2] شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة وفاة خدیجة و ابی طالب دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۹۵

بیمار شد باوجود آنکہ مشرک بود اور اعیادت فرمود و دعوتِ اسلام کرد ابوطالب قبول نہ کرد[1] اھ ملخصًا

بیمار ہوگئے تو ان کے کافر ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی عیادت کی اور اسلام لانے کی دعوت دی جسے ابوطالب نے قبول نہ کیا۔ (ت)

۹۶ شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را۔[2]

حدیث صحیح نے کفرِ ابوطالب کو ثابت کردیا ہے (ت)

پھر بعد ذکرِ احادیث فرمایا:

۹۷ و در روضۃ الاحباب نیز اخبار موت ابوطالب برکفر آوردہ[3] الخ۔

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں الخ (ت)

۹۸ بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

احادیث کفرہ شھیرۃ وقد نزل فی حق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شان عمہ ابی طالب انك لاتھدی من احببت کما فی صحیح مسلم وسنن الترمذی وقد ثبت فی الخبر الصحیح عن الامام محمد الباقر کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم ووجوہ اٰبائہ الکرام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورث طالبا وعقیلا اباھما ولم یورث علیا وجعفرا قال علی ولذا ترکنا نصیبنا فی الشعب کذا فی مؤطا الامام مالك[4]

حدیثیں اُس کے کفر کی مشہور ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ان کے چچا ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔" جیسا کہ صحیح مسلم اور ترمذی میں ہے۔ بتحقیق امام محمد باقر اللہ تعالٰی نے ان کے اور ان کے آباء واجداد کے چہرے کو مکرم بنایا سے خبر صحیح میں ثابت ہوچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طالب وعقیل کو ان کے باپ کا وارث بنایا مگر علی وجعفر کو وارث نہیں بنایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، اسی وجہ سے ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا۔ مؤطا امام مالک میں یونہی ہے۔ (ت)

---

[1] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماران ونماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹
[2] مدارج النبوۃ وفات یافتن ابوطالب " " " ۲/۴۸
[3] " " " " " ۲/۴۹
[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی منشورات الشریف رضی قم ایران ۱/۱۵۳ و ۱۵۴

یعنی کفرِ ابوطالب کی حدیثیں مشہور ہیں پھر اس کے ثبوت میں آیت اولٰے کا اترنا اور حدیث دہم کفرِ ابی طالب کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا علی و جعفر کو ترکہ نہ دلانا بیان فرمایا۔

اقول و ذکر الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ وقع زلۃ من القلم و انما ھو الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کما اسمعناک من المؤطا والصحیحین وغیرھا۔

میں کہتا ہوں امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر قلم کی لغزش سے واقع ہوا۔ درحقیقت وہ امام زین العابدین ہیں رضی اللہ تعالٰے عنہ، جیسا کہ ہم تجھے بحوالہ مؤطا و صحیحین وغیرہ بتا چکے ہیں۔ (ت)

[96] نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض فصل الوجہ الخامس من وجوہ السب امام [100] ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

حدیث مسلم ان ابی واباک فی النار اراد بابیہ عمہ ابا طالب لان العرب تسمی العم ابا[1] (ملخصًا)۔

حدیث مسلم میں کہ میرا اور تیرا باپ جہنم میں ہیں، باپ سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں کیونکہ عرب چچا کو باپ کہہ دیتے ہیں (ملخصًا)۔ (ت)

یعنی عرب کی عادت ہے کہ باپ کو چچا کہتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابوطالب کو باپ کہہ کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔

امام [101] خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

ما المانع ان یکون المراد بہ عمہ ابوطالب فکانت تسمیۃ ابی طالب ابا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شائعۃ عندھم لکونہ عمہ وکونہ رباہ وکفلہ من صغرہ[2] اھ ملخصًا۔

کون مانع ہے کہ اس حدیث میں ابوطالب مراد ہو کہ وہ دوزخ میں ہے، اُس زمانہ میں شائع تھا کہ ابوطالب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باپ کہا جاتا چچا ہونے اور بچپن سے حضور اقدس کی خدمت و کفالت کرنے کے باعث۔

اقول جس طرح ابھی ابوطالب کے شعر سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابوطالب کی بی بی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰے عنہا کو اپنی ماں فرمایا۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل الوجہ خامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴/ ۴۱۴

[2] الحاوی للفتاوٰی مسالک الحنفاء فی والد المصطفٰے دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۲۷ و ۲۲۸

اُسی میں فرماتے ہیں[۱۰۲]،

اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ شفعت لابی و امی وابی طالب و اخ لی کان فی الجاھلیۃ اوردہ المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی وقال ان ثبت فھو مؤول فی ابی طالب علی ما ورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہی وانما احتاج الی تاویلہ فی ابی طالب دون الثلٰثۃ ابیہ و امہ و اخیہ یعنی من الرضاعۃ لان ابا طالب ادرک البعثۃ ولم یسلم والثلٰثۃ ماتوا فی الفترۃ۔[۱]

یعنی تمام الرازی نے بسند ضعیف ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں روزِ قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔ امام محب[۱۰۳] طبری نے کہ حافظانِ حدیث و علمائے فقہ سے ہیں ذخائر العقبٰی میں فرمایا یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو ابوطالب کے بارے میں اس کی تاویل وہ ہے جو صحیح حدیث میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے عذاب ہلکا ہوجائے گا۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، خاص ابوطالب کے باب میں تاویل کی حاجت یہ ہوئی کہ ابوطالب نے زمانۂ اسلام پایا اور کفر پر اصرار رکھا بخلاف والدین کریمین و برادر رضاعی کہ زمانۂ فترت میں گزرے۔

یعنی ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ میں روزِ قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔

اقول یہاں تاویل بمعنی بیان مراد و معنی ہے جس طرح شرح معانی قرآن کو تاویل کہتے ہیں۔ کفار سے تخفیفِ عذاب بھی حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسامِ شفاعت سے ہے شفاعت کبرٰی کہ فتح باب حساب کے لئے ہے تمام جہان کو شامل و عام ہے۔ امام نووی نے باآنکہ ابوطالب کو بالیقین کافر جانتے ہیں تبویب صحیح مسلم شریف میں حدیث چہارم و پنجم کا باب یوں لکھا،

باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب والتخفیف عنہ بسببہ۔[۲]

نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ابوطالب کے لئے شفاعت اور اسکے عذاب میں تخفیف کا باب۔

---

[۱] الحاوی للفتاوٰی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۰۸

[۲] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

امام بدرالدین زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے وہ تخفیف عذاب ہے جو ابولہب کو بروز دوشنبہ ملتی ہے لسرورہ بولادۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعتاقہ ثویبۃ حین بشربہ قال وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے کہ اُس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی کی اور اس کا مژدہ سن کر ثُویبہ کو آزاد کیا تھا، یہ حضور ہی کا فضل ہے جس کے باعث اس نے تخفیف پائی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم، نقلہ فی المسالک[1] ایضاً (اسے مسالک میں بھی نقل کیا گیا۔ ت)

نیز مسالک الحنفا[104] پھر شرح مواہب[105] علامہ زرقانی میں ہے:

قد ثبت فی الصحیح واخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اباطالب اھون اھل النار عذابا[2] اھ ملتقطا۔

بیشک صحاح میں ثابت ہے اور صادق مصدوق صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابوطالب پر سب دوزخیوں سے کم عذاب ہے۔

اللھم اجرنا من عذابك الالیم بجاہ نبیك الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوٰۃ وادوم التسلیم اٰمین! والحمد للہ رب العٰلمین۔

اے اللہ! ہمیں اپنے دردناک عذاب سے بچا رؤف ورحیم نبی کے صدقے میں، آپ پر اور آپ کی آل پر بہترین درود اور دائمی سلام ہو۔ اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فصل چہارم

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر[106] پھر علامہ[107] علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیر حدیث ہشتم فرماتے ہیں:

ھٰذا یؤذن بموتہ علٰی کفرہ وھو الحق ووھم البعض[3]

یعنی یہ حدیث بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے۔

امام عینی[108] زیر حدیث دوم وچہارم فرماتے ہیں:

---

[1] الحاوی للفتاوٰی بحوالہ الزرکشی مسالک الحنفاء فی والدالمصطفٰی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۸
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفات خدیجہ وابی طالب ۱/ ۲۹۲ و الحاوی للفتاوی ۲/ ۲۲۸
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اھون اھل النار عذابا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۸۴

هذا کلہ ظاهر انہ مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السهیلی انہ رای فی بعض کتب المسعودی انہ اسلم قلت مثل هذا لایعارض ما فی الصحیح[1]

ان سب حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابوطالب کی موت غیر اسلام پر ہوئی، اگر تُو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انھوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں کہوں گا ایسی بے سروپا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہوسکتی۔

اقول علاوہ بریں اگر یہ مسعودی علی بن حسین صاحب مروج ہے تو خود رافضی ہے اس کی کتاب مروج الذہب خلفائے کرام وصحابہ عظام عشرہ مبشرہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم پر صریح تبرا سے جابجا آلودہ وملوث ہے لوط بن یحیٰی ابومخنف رافضی خبیث ہالک کے اقوال ونقول بکثرت لاتا ہے جس کے مردود وتالف ہونے پر ائمہ جرح وتعدیل کا اجماع ہے اسی طرح اور رافض وفساق وہالکین کے اخبار پر اسکی کتاب کا مدار ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح وآشکار ہے، فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے نسخہ مروج الذہب کے ہامش پر اس کی تنبیہ لکھ دی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست وہمچنیں مسعودی صاحب مروج الذہب وابوالفرج اصبہانی صاحب کتاب الاغانی وعلٰی ہذا القیاس امثال اینہا را ایں فرقہ در اعداد اہلسنت داخل کنند وبمقولات ومنقولات ایشاں الزام اہلسنت خواہند[2]

ہشام کلبی مفسر جو کہ غالی رافضی ہے، اسی طرح مروج الذہب کا مصنف مسعودی اور ابوالفرج اصبہانی صاحب کتاب الاغانی اور علٰی ہذا القیاس ان جیسے دیگر رافضیوں کو یہ فرقہ، اہل سنّت میں داخل کرتا ہے اور ان کے اقوال ومنقولات سے اہل سنت کو الزام دینا چاہتا ہے۔ (ت)

۱۰۹ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

القول باسلام ابی طالب لایصح قالہ ابن عساکر وغیرہ[3]

ابوطالب کا اسلام ماننا غلط ہے امام ابن عساکر وغیرہ نے اس کی تصریح کی۔

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار تحت حدیث ۳۸۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/۲۴

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب دوم فصل دوم کید بست وسوم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۸۶

اسی طرح اصابہ میں ہے کما سیأتی (جیساکہ آگے آئے گا۔ت)

علامہ شہاب[۱۱۰] نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :

من الغریب ما نقله بعضهم ان الله تعالٰی احیاہ له صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاٰمن به کابویه واظنه من افتراء الشیعة[۱]

غرائب سے ہے یہ جو بعض نے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی نے والدین رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح ابوطالب کو بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے زندہ کیا کہ بعد مرگ جی کر مشرف باسلام ہوئے، میرے گمان میں یہ رافضیوں کی گھڑت ہے۔

اقول وضاع کذاب رافضیوں ہی میں منحصر نہیں مگر یہ اُن کے مسلک کے موافق ہے لہذا اس کی وضع کا گمان اُنھیں کی طرف جاتا ہے پھر بھی بے تحقیق جزم کی کیا صورت ممکن کہ کسی اور نے وضع کی ہو، اس بنا پر لفظ ظن فرمایا، ورنہ اس کے موضوع ومفتری ہونے میں تو شُبہہ نہیں، کما لا یخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ت)

علامہ صبان[۱۱۱] محمد بن علی مصری کتاب اسعاف الراغبین میں فرماتے ہیں :

اما اعمامه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاثنا عشرة حمزة والعباس وهما المسلمان وابو طالب والصحیح انه مات کافرا[۲]

حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارہ[۱۲] چچا تھے، حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور یہی دو[۲] مشرف باسلام ہوئے اور ابوطالب اور صحیح یہی ہے کہ یہ کافر مرے۔

فصل پنجم

شرح[۱۱۲] مقاصد وشرح[۱۱۳] تحریر پھر ردالمحتار[۱۱۴] حاشیہ درمختار باب المرتدین میں ہے :

المصر علی عدم الاقرار مع المطالبة به کافر وفاقا لکون ذٰلك من امارات عدم التصدیق ولهذا اطبقوا

جس سے اقرارِ اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے،

---

[۱] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۲۱۰

[۲] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی علٰی ہامش نور الابصار دار الفکر بیروت ص ۹۴

علی کفر ابی طالب[1]۔ | اسی واسطے تمام علمائے کفرِ ابی طالب پر اجماع کیا ہے۔

مولانا[15] علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اذا امر بہا وامتنع وابٰی عنہا کابی طالب فھو کافر بالاجماع[2]۔ | جسے شہادت کلمۂ اسلام کا حکم دیا جائے اور وہ باز رہے اور ادائے شہادت سے انکار کرے جیسے ابوطالب، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔

مرقاۃ[16] شرح مشکوٰۃ میں اُس شخص کے بارے میں جو قلب سے اعتقاد رکھتا تھا اور بغیر کسی عذر و مانع کے زبان سے اقرار کی نوبت نہ آئی، علماء کا اختلاف کہ یہ اعتقاد بے اقرار اُسے آخرت میں نافع ہوگا یا نہیں، نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت لکن بشرط عدم طلب الاقرار منہ فان ابی بعد ذٰلک فکافر اجماعا لقضیۃ ابی طالب[3]۔ | یعنی یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ اُس سے اقرار طلب نہ کیا گیا ہو اور اگر بعد طلب باز رہے جب تو بالاجماع کافر ہے۔ ابوطالب کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔

اُسی[17] کی فصل ثانی باب اشراط الساعۃ میں ہے:

ابوطالب لم یؤمن عند اھل السنۃ[4]۔ | اہل سنّت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں۔

شیخ[18] محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

مشائخ حدیث وعلمائے سنّت بریں اند کہ ایمان ابوطالب ثبوت نہ پذیرفتہ و در صحاح احادیث ست کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در وقتِ وفات وے برسروے آمد و | مشائخ حدیث اور علماءِ سنّت کا موقف یہ ہے کہ ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کے

---

[1] ردالمحتار کتاب السیر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۸۳ و ۲۸۴

[2]

[3]

[4] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن حدیث ۵۴۵۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۹/۳۶۰

عرض اسلام کردوے قبول نہ کرد۔[1]

پاس تشریف لائے اور اسلام پیش فرمایا مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ (ت)

فصل ششم

(۱۱۹) امام ابن حجر مکی افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں ابوطالب کی بیت مروی صحیح بخاری کہ ہم نے شروع جواب میں ذکر کی لکھ کر فرماتے ہیں،

هذا البيت من جملة قصيدة له فيها مدح عجيب له صلى الله تعالٰى عليه وسلم حتى اخذ الشيعة منها القول باسلامه۔[2]

یہ بیت ابوطالب کے ایک قصیدہ کا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عجب نعت ہے یہاں تک کہ رافضیوں نے اس سے ابوطالب کا مسلمان ہونا اخذ کرلیا۔

پھر فرماتے ہیں،

صرائح الاحاديث المتفق على صحتها ترد ذٰلك۔[3]

لیکن صاف اور روشن حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسلام ابوطالب کو رَد کر رہی ہیں۔

(۱۲۰) علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں روایت ضعیفہ ابن اسحٰق کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب مع اپنے جوابوں کے آتی ہے ذکر کرکے فرماتے ہیں،

بهذا احتج الرفضة ومن تبعهم على اسلامه۔[4]

رافضی اور جو اُن کے پیرو ہوئے وہ اسی روایت سے ابوطالب کے اسلام پر سند لاتے ہیں۔

(۱۲۱) انوار التنزیل وارشاد العقل میں زیر آیہ کریمہ انك لاتهدی من احببت فرمایا،

الجمهور على انها نزلت فی ابی طالب۔[5]

جمہور ائمہ کے نزدیک یہ آیت دربارۂ ابوطالب اتری۔

---

[1] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں و نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت البیت ۴۵ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۲۸۶

[3] " " " " " " " " " " " " " "

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجہ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲۸/ ۵۶ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۹۸

[۱۲۳] علامہ خفاجی اِس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

اشارۃ الی الرد علی بعض الرفضۃ اذ ذھب الی اسلامہ[۱]

یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رَد کی طرف کہ وہ اسلام ابوطالب کے قائل ہیں۔

[۱۲۴] اصابہ میں ہے:

ذکر جمع من الرفضۃ انہ مات مسلما، قال ابن عساکر فی صدر ترجمتہ قیل انہ اسلم ولا یصح اسلامہ مختصر[۲]۔

رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابوطالب مسلمان مرے۔ [۱۲۵] امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرۂ ابوطالب میں فرمایا بعض اسلام ابوطالب کے قائل ہوئے اور یہ صحیح نہیں۔ مختصر

[۱۲۶] زرقانی میں ہے:

الصحیح ان ابا طالب لم یسلم، وذکر جمع من الرفضۃ انہ مات مسلما وتمسکوا باشعار واخبار واھیۃ تکفل بردھا فی الاصابۃ[۴]

صحیح یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان نہ ہوئے، رافضیوں کی ایک جماعت نے اُن کا اسلام پر مرنا مانا اور کچھ شعروں اور واہیات خبروں سے تمسک کیا جن کے رَد کا امام حافظ الشان نے اصابہ میں ذمہ لیا۔

[۱۲۷] نسیم فصل کیفیۃ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتسلیم میں ہے:

ابوطالب توفی کافرا وادعاء بعض الشیعۃ انہ اسلم لااصل لہ[۵]

ابوطالب کی موت کفر پر ہُوئی اور بعض رافضیوں کا دعوٰی باطلہ کہ وہ اسلام لائے محض بے اصل ہے۔

[۱۲۸] شیخ محقق شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

---

[۱] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۸/۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۳۰۹

[۲] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابو طالب دار صادر بیروت ۴/۱۱۶

[۳] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۸۹۴۰ ابو طالب دار احیاء التراث العربی ۷۰/۲۳۰

[۴] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۷۴

[۵] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۴۸۴

45 شیخ ابن حجر در فتح الباری میگوید معرفت ابوطالب بنبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در بسیاری از اخبار آمدہ وتمسک کردہ بدان شیعہ بر اسلام وے واستدلال کردہ اند بر دعوی خود بچیزے کہ دلالت ندارد بر آں [1]

شیخ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی معرفت حاصل تھی۔ اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں جن کو شیعہ اسلامِ ابوطالب کی دلیل بتاتے ہیں اور اپنے دعوٰی پر جس چیز سے استدلال کرتے ہیں وہ اُن کے دعوٰی پر دلالت نہیں کرتی۔ (ت)

اسی میں ہے [2]:

مخفی نماند کہ صحتِ اسلام ابوین بلکہ سائر آبائے وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشہور ست وشیعہ اسلامِ ابوطالب را نیز از یں قبیل دانند اھ مختصراً۔

پوشیدہ نہ رہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین بلکہ تمام آباء واجداد کے اسلام کا صحیح ہونا مشہور ہے اور شیعہ اسلامِ ابوطالب کو بھی اسی قبیل سے سمجھتے ہیں اھ اختصار (ت)

فصل ہفتم

الحمدُ للہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا بعد اس قدر نصوص علیہ وجلیہ قرآن وحدیث وارشاداتِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمۂ قدیم وحدیث کے منصف کو چارہ نہیں مگر تسلیم اور شبہات کا حصہ نہیں مگر فنائے عمیم پھر بھی تبیین مرام و تسکینِ اوہام مناسب مقام۔ عمرو نے آٹھ شبہے ذکر کئے اور نواں کہ اگر شبہہ کہنے کے بھی کچھ قابل ہے تو وہی ہے اُس سے متروک ہوا ہم اُن سب کو ذکر کرکے بتوفیق اللہ تعالٰی اظہارِ جواب وابانتِ صواب کریں۔

شبہۂ اُولٰی۔ کفالت۔ اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں بالیقین مگر کفالت نبی مستلزم اطاعتِ نبی نہیں، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

فالتقطہ اٰل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا [3] الاٰیۃ۔

تو اُسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو الاٰیۃ (ت)

---

[1] سفر السعادت فصل در بیان عیادت بیماران الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] " " " " " " " ص ۵۰-۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۲۸/۸

15

15

وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

قال الم نربك فينا وليدا ولبثت فينا من عمرك سنين[1]

بولا کیا ہم نے تمھیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔ (ت)

شبہہ ثانیہ۔ نصرت وحمایت۔ نقول ضرور مگر مدعا سے دور، رافضی اس سے دلیل لائے اور علمائے سنّت جواب دے چکے۔ اصابہ میں فرمایا:

استدل الرافضی بقول اللہ تعالٰی "فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی معہ اولٰئك ھم المفلحون" قال وقد عزرہ ابوطالب بما اشتھر وعلم ونابذ قریشا وعاداھم بسببہ مما لایدفعہ احد من نقلۃ الاخبار فیکون من المفلحین انتھی وھذا مبلغھم من العلم وانا نسلم انہ نصرہ وبالغ فی ذلك لکنہ لم یتبع النور الذی معہ وھو الکتاب العزیز الداعی الی التوحید ولا یحصل الفلاح الا بحصول ما رتب علیہ من الصفات کلھا[2]

یعنی اسلام ابی طالب پر رافضی اس آیت سے دلیل لایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی نصرت و مدد کی اور جو نور اس نبی کے ساتھ اتارا گیا اس کے پیرو ہُوئے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ رافضی نے کہا: ابوطالب کی مدد و نصرت مشہور و معروف ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے قریش سے مخالفت کی عداوت باندھی جس کا کوئی راوی اخبار انکار نہ کرے گا تو وہ فلاح پانے والوں میں ٹھہرے۔ رافضیوں کے علم کی رسائی یہاں تک ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے ضرور نصرت کی اور بدرجہ غایت کی مگر اس نور کا اتباع نہ کیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اترا یعنی قرآن مجید داعی توحید اور فلاح تو جب ملے کہ جتنی صفات پر اسے مرتب فرمایا ہے سب حاصل ہوں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۸

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

اقول اولاً نصرت وحمایت کا قصہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوچکا، عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ابوطالب چنیں وچناں کرتا اسے کیا نفع ملا؟ جواب جو ارشاد ہوا حدیث چہارم میں گزرا۔

ثانیاً بلکہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما پر خود رب العزت جواب دے چکا کہ اوروں کو نبی کی ایذا سے روکتے اور خود ایمان لانے سے بچتے ہیں، دیکھو آیت وحدیث سوم۔

ثالثاً اعتبار خاتمہ کا ہے انما الاعمال بالخواتیم[1] (اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔ت) جب ابوطالب کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت تو اب اگلے قصے ستانا اور گزشتہ کفالت ونصرت سے دلیل لانا محض ساقط۔ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک حدیثِ طویل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فواللہ الذی لا الٰہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخل النار[2]

قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں تم میں کوئی شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے اتنے میں تقدیر غالب آجاتی ہے کہ وہ دوزخیوں کے کام کرکے دوزخ میں جاتا ہے۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)

رابعاً صرف اسلام مستلزم اسلام نہ ثبوت خاص نہ ثبوت عام، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی غزوہ خیبر میں ایک مدعیِ اسلام نے ہمراہ رکاب اقدس سخت جہاد اور کافروں سے عظیم قتال کیا، صحابہ اس کے مداح ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ اس پر قریب تھا کہ بعض لوگ متزلزل ہوجاتے (یعنی ایسے عالی درجہ کے عمدہ کام ایسی جلیل وجمیل نصرت اسلام اور اس پر ناری ہونے کے احکام) بالآخر خبر پائی کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوا درد کی تاب نہ لا یارات کو اپنا گلا کاٹ کر مرگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث سہل بن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قولہ تعالٰی ولقد سبقت کلمتنا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۱۰
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ " " " ۲/۳۳۲
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۲

نے یہ خبر سُن کر فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالٰی کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پھر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کردیں:

انہ لایدخل الجنۃ الانفس مسلمۃ وان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر[1] — بیشک جنت میں کوئی نہ جائے گا مگر مسلمان جان اور بے شک اللہ اس دین کی مدد کرتا ہے فاسق کے ہاتھ پر۔

اسی کے قریب طبرانی نے کبیر میں عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ نسائی و ابن حبان حضرت انس بن مالک اور احمد و طبرانی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند جید راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یؤید ھذا الدین باقوام لاخلاق لھم[2] — بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے فرماتا ہے جن کا کوئی حصہ نہیں۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ[3] — بیشک اللہ تعالٰی اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کراتا ہے جو خود اہلِ اسلام سے نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

شبہہ ثالثہ — محبت — اقول بے شک مگر حدِ طبعی تک جیسے چچا کو بھتیجے سے چاہئے اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوئے کی اکلوتی نشانی، پھر اس پر جمال صورت وکمال سیرت وُہ کہ اپنے تو اپنے غیر دیکھیں تو فدا ہوجائیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خاندان ہاشمی ایک اسی چراغ محمود و شمع بے دُود سے روشن تھا، خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوتی ہے خصوصاً عرب خصوصاً قریش خصوصاً بنی ہاشم میں اس کا عظیم مادہ ولہذا جب آیہ کریمہ: فاصدع

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۴
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ " " ۱/ ۷۲
[2] کنز العمال برمز حب علی وحم طب عن ابی بکرۃ حدیث ۲۸۹۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴
[3] " برمز طب عن ابن عمرو " " " " " "

بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[1] (تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیرلو۔ ت) نازل ہوئی اور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اشرافِ قریش جمع ہوکر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر اچھی اُٹھان والا لڑکا ہم سے لے لو اُسے بجائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرورش کرو اور انھیں ہم کو دے دو، اور اسی ارادۂ فاسد پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے انھیں دے دیں گے، ابوطالب نے کہا:

واللہ لبئس ماتسوموننی اتعطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللہ مالا یکون ابدا حین تروح الابل فان حنت ناقۃ الی غیر فصیلھا دفعتہ الیکم۔	خدا کی قسم کیا بُری گاہکی میرے ساتھ کر رہے ہو، کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمھارے لئے اسے کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمھیں دے دُوں کہ تم اُسے قتل کرو۔ خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں، جب اُونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناقہ اپنے بچّے کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے اپنا بیٹا بدل لوں۔
لخصناہ حدیث ابن اسحٰق ذکرناہ بلاغا ومن حدیث مقاتل ذکرہ فی المواھب[2]۔	(ہم نے اس کو حدیث ابن اسحٰق سے ملخص کیا جسے انھوں نے مفصل بیان کیا اور ہم نے ملخص کیا اور حدیث مقاتل سے جس کو مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت)

ابوطالب نے صاف بتادیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچّے سے ہوتی ہے، ایسی محبت ایمان نہیں، ایمان حُبِّ شرعی ہے، ابوطالب میں اس کی شان نہیں، محبت شرعی و ایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دمِ مرگ کلمہ طیبہ سے انکار اور ملّتِ جاہلیت پر اصرار کیوں ہوتا۔

(۳۱) امام قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[2]

قد کان ابوطالب یحوطه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وینصرہ و یحبه حبا طبعیا لاشرعیا فسبق القدر فیه واستمر علی کفرہ و للہ الحجة السامیة۔[1]

یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نصرت وحمایت سب کچھ کی، طبعی محبت بہت کچھ رکھی، مگر شرعی محبت نہ تھی، آخر تقدیر الٰہی غالب آئی اور معاذ اللہ کفر پر وفات پائی، اور اللہ ہی کے لئے ہے حجت بلند۔

[۱۳۲] نسیم الریاض میں ہے:

حنوہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومحبته له امر مشهور فی السیر وکان یعظمه ویعرف نبوته ولکن لم یوفقه اللہ للاسلام وفی الامتناع ان فیه حکمة خفیة من اللہ تعالٰی لانه عظیم قریش لا یمکن احدا منهم ان یتعدی علی ما فی جوارہ فکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی بدء امرہ فی کنف حمایته یذبهم عنه کما قال: ؎

واللہ لن یصلوا الیك بجمعهم
حتی اوسد فی التراب دفینا

فلو اسلم لم یکن له ذمة عندهم ولذا لم یکن له صلی اللہ علیه علیه وسلم بعد موته بد من الهجرة۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی مہر ومحبت مشہور ہے اور تعظیم ومعرفت نبوت معلوم، مگر اللہ تعالٰی نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی۔ اور کتاب [۱۳۳] الامتناع میں فرمایا: ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ تعالٰی کی ایک باریک حکمت ہے وہ سردار قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کرسکتا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے، خود ایک شعر میں کہا ہے:

خدا کی قسم تمام قریش اکٹھے ہوجائیں تو حضور تک نہ پہنچ سکیں گے جب تک میں خاک میں دبا کر لٹا نہ دیا جاؤں۔

تو اگر وہ اسلام لے آتے قریش کے نزدیک ان کی پناہ کوئی چیز نہ رہتی، آخر ان کے انتقال پر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہجرت ہی فرمانی ہوئی۔

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۲۰۱

[2] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۲۱۰

اقول قربِ انتقال تک اسلام نہ لانے کی یہ حکمت ہوسکتی ہے، مرتے وقت کفر پر اصرار کی حکمت اللہ جانے یا اس کا رسول۔ شاید اس میں **اوّلاً** یہ نکتہ ہو کہ اگر اسلام لاکر مرتے مخالف گمان کرتے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے ساتھ معاذ اللہ فریب برتا اپنے چچا کو مسلمان تو کرلیا تھا مگر پناہ و ذمہ رکھنے کے لئے ظاہر نہ ہونے دیا جب اخیر وقت آیا کہ اب وہ کام نہ رہا ظاہر کروایا۔

ثانیاً اُن مسلمانوں کی تسکین بھی ہے جن کے بزرگ حالتِ کفر میں مرے جس کا پتا حدیث ان ابی و اباك[1] دیتی ہے اول ناگوار ہوا جب اپنے چچا کو شامل فرمایا سکون پایا۔

ثالثاً مسلمانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ قائم فرمایا کہ اپنے اقارب جب خدا کے خلاف ہوں اُن سے برأت کریں مرنے پر جنازہ میں شریک نہ ہوں، نماز نہ پڑھیں، دُعائے مغفرت نہ کریں کہ جب خود اپنے حبیب کو منع فرمایا تو اوروں کی کیا گنتی۔

رابعاً عمل میں اخلاص فقد و خوف و انقیاد کی ترغیب اور محبوبانِ خدا سے نسبت پر بھُول بیٹھنے سے ترہیب، جب ابوطالب کو ایسی نسبت قریبہ بآں کارہائے عجیبہ بوجہ نامنقادی کام نہ آئی تو اور کیا چیز ہے۔ الی غیر ذٰلك مما الله ورسوله به اعلم جل جلاله وصلی الله تعالٰی علیه وسلم (اس کے علاوہ دیگر وجوہ جنھیں اللہ تعالٰی جل جلالہ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ ت)

شبہہ رابعہ — نعت شریف — اقول یہ تو اور حجتِ الٰہیہ قائم ہونا ہے جب ایسا جانتے ہو پھر کیوں نہیں مانتے یہود عنود قبل طلوعِ شمسِ رسالت کیا کچھ نعت و مدحت نہ کرتے جب کوئی مشکل آتی مصیبت مُنہ دکھاتی حضور سے توسّل کرتے جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے:

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفته فی التورٰىة[2]	الٰہی! ہمیں اُن پر مدد دے صدقہ نبی آخر الزماں کا جس کی نعت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔

پھر جان کر نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہُوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا به فلعنة الله علی	اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وُہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۴

[2] البحر المحیط تحت الآیۃ ۲/۸۹ دارالفکر بیروت ۱/۳۰۳

الکفرین[1]۝ | لعنت ہو منکروں پر۔ (ت)

اصابہ میں فرماتے ہیں:

اما شہادۃ ابی طالب بتصدیق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالجواب عنہ وعما ورد من شعر ابی طالب فی ذٰلک انہ نظیر ما حکی اللہ تعالٰی عن کفار قریش "وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا" فکان کفرھم عنادا ومنشؤہ من الانفۃ والکبر والٰی ذٰلک اشار ابو طالب بقولہ لولا ان تعیرنی قریش[2]	یعنی ابوطالب کے ان اشعار وغیرہا (جن میں تصدیق نبی کی شہادت ہے) کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہِ ظلم وتکبر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشا تکبر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابوطالب نے اِس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔

شبہہ خامسہ ــــ حضور کا استغفار فرمانا ــــ اقول اوّلاً اس کا جواب خود رب الارباب جل جلالہٗ دے چکا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قید لگادی تھی مالم انہ عنہ تیرے لئے استغفار فرماؤں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں گا۔ رب العزۃ جل جلالہ نے منع فرمادیا اب اس سے استنا دخرط القتاد۔

ثانیاً خود یہ وعدہ ہی کلمہ طیبہ سے انکار سُن کر ارشاد ہوا تھا، دیکھو حدیث دوم۔ پھر اسے دلیل اسلام ٹھہرانا عجب ہے۔

شبہہ سادسہ ــــ حکایت جامع الاصول ــــ اقول سید اہلبیت رضی اللہ تعالٰی عنہم مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابوطالب کو مشرک کہتے باوصف حکم اقدس غسل وکفن میں تامل عرض کرتے سیدالسادات سیدالکائنات علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات اسے مقرر رکھتے، جنازہ میں شرکت سے باز رہتے، سیدنا جعفر بن ابی طالب وامیرالمومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ اسلام ترکہ کفار سے محرومی پاتے، سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی وجہ کفر ابی طالب بیان فرماتے۔ امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ خلق اہل بیت اسے کافر کا ترکہ مومن کو نہ ملنے کی دلیل

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

ٹھہراتے۔ سیدنا عباس عم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ اُن کے حال سے سوال کرکے وہ جواب پاتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما آیت وان یھلکون الا انفسھم کا ابوطالب کے حق میں نزول بتاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہشتم اور اُم المومنین ام سلمہ زوجۂ رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم حدیث ہفتم امیرالمومنین علی برادر رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم حدیث پانزدہم روایت فرماتے ہیں یہ سروران وسرداران اہلبیت کرام ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، اِن کے بعد وہ کون سے اہلبیت قائل اسلام ابوطالب ہوئے، کیا قرآن وحدیث واطباق ائمۂ قدیم وحدیث کے مقابل ایسی حکایات بے زمام وخطام کچھ کام دے سکتی ہیں، حاشا، لاجرم شیخ محقق مدارج النبوۃ[۱۳۵] میں فرماتے ہیں:

از اعمام پیغمبر صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم غیر حمزہ وعباس مسلمان نہ شدہ اند وابوطالب وابولہب زمانِ اسلام را دریافتہ اما توفیق اسلام نیافتہ جمہور علماء برین اند و صاحبِ جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت آنست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ واللہ اعلم بصحتہ کذا فی روضۃ[۱۳۶] الاحباب۔[۱]

پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچوں میں سے حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰے عنہما کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا۔ ابوطالب وابولہب نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام لانے کی توفیق نہ پائی۔ جمہور علماء کا موقف یہی ہے۔ اور صاحبِ جامع الاصول نے ذکر کیا ہے کہ اہل بیت کا گمان یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان ہوکر دنیا سے گئے ہیں، اس کی صحت کا حال اللہ خوب جانتا ہے، یونہی روضۃ الاحباب میں ہے۔ (ت)

اقول علماء کا جابجا کُفرِ ابی طالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلامِ ابی طالب کا قول مزعومِ روافض بتانا، جس کے نقول اگلے فصول میں مذکور ومنقول، اس حکایتِ بے سروپا کے رَد کو بس ہے، کیا باوصف خلاف ائمۂ اہلبیت اجماع منعقد ہوسکتا یا معاذ اللہ ان کا خلاف لایعتد بہ ٹھہرا کر دعوٰی اتفاق فرمادیا جاتا اور جب خود اپنے ائمۂ کرام میں خلاف حاصل تو جانب اجانب اعنی روافض قصر نسبت پر کیا حامل، پس عند التحقیق یہ حکایت بے اصل اور محکی عنہ معدوم وباطل، ہاں اگر سادات زیدیہ کہ ایک فرقۂ روافض ہے مراد ہوں تو عجب نہیں اور شبہہ زائل۔

---

[۱] مدارج النبوۃ باب سوئم در ذکر اعمام النبی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۹

شبہہ سابعہ ــــ عبارت شرح سفر السعادۃ ــــ اقول یہ تہمت محض ہے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں خود اسی شرح صراط المستقیم وغیرہ تصانیف سے اوپر گزر چکیں جو اس کی تکذیب کو بس ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں، حدیث صحیح ابوطالب کا کفر ثابت کرتی ہے علمائے اہل سنت ابوطالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ انھیں مسلمان جانتے ہیں ان کے دلائل مردود و باطل ہیں۔ ان سب تصریحات کے بعد توقف کا کیا محل، ہاں یہ عبارت مدارج شریف میں نسبت آباء و اجداد حضور سید انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام تحریر فرمائی ہے:

حیث قال متاخراں ثابت کردہ اند کہ آباء و اجداد آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک و مصفا بودند از دنس شرک و کفر باری کم ازاں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگاہ دارند[1]

جہاں فرمایا کہ متاخرین نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و اجداد شرک و کفر باری تعالٰی کی میل کچیل سے پاک و صاف ہیں کم از کم اس مسئلہ میں انھوں نے توقف کیا ہے اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ (ت)

شبہہ ثامنہ وصیت نامہ اقول اولاً وہ ایک حکایت منقطعہ ہے جس کا منتہائے سند ایک رافضی غالی، مواہب شریف میں جس سے عمرو ناقل یہ وصیت نامہ یوں منقول:

حکی عن ھشام بن السائب الکلبی او ابیہ انہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جمع الیہ وجوہ قریش[2] الخ۔

یعنی ہشام بن سائب کلبی کوفی یا اس کے باپ کلبی سے حکایت کی گئی کہ ابوطالب نے مرتے وقت عمدگان قریش کو جمع کرکے وصیت کی۔

ہشام و کلبی دونوں رافضی مطعون ہیں، میزان الاعتدال میں ہے:

قال البخاری ابو النضر الکلبی ترکہ یحیٰی و ابن مھدی قال علی ثنا یحیٰی عن سفٰین قال الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فھو کذب، و قال یزید بن زریع ثنا الکلبی

امام بخاری نے فرمایا ابوالنضر کلبی کو امام یحیٰی بن معین و امام عبدالرحمن بن مہدی نے اسے متروک کیا۔ امام سفیٰن فرماتے ہیں: مجھ سے کلبی نے کہا جتنی حدیثیں میں نے آپ کے سامنے ابوصالح سے روایت کی ہیں وہ سب جھوٹے ہیں۔ یزید بن زریع نے کہا، کلبی رافضی

---

[1] مدارج النبوۃ باب سوم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۴۹

[2] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

وکان سبائیا قال الاعمش اتق ھذہ السبائیۃ فانی ادرکت الناس وانما یسمونھم الکذابین التبوذکی سمعت ھماما یقول سمعت الکلبی یقول انا سبائی عن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان جبرئیل یملی الوحی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخلاء جعل یملی علی علیٍ قال الجوزجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک وقال ابن حبان مذھبہ فی الدین ووضوح الکذب فیہ اظھر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفہ لایحل ذکرہ فی الکتاب فکیف الاحتجاج بہ[1] اھ ملتقطا۔

تھا۔ امام سلیمٰن اعمش تابعی نے فرمایا کہ ان رافضیوں سے بچو میں نے علماء کو پایا کہ ان کا نام کذاب رکھتے تھے۔ تبوذکی کہتے ہیں میں نے ہمام سے سُنا وہ کہتے ہیں میں نے خود کلبی کو کہتے سنا کہ میں رافضی ہوں۔ ابوعوانہ کہتے ہیں کلبی نے میرے سامنے کہا کہ جبرئیل نبی کو وحی لکھاتے تھے جب حضور بیت الخلا کو تشریف لے جاتے تو مولٰی علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کو لکھانے لگتے۔ جوزجانی وغیرہ نے کہا: کلبی کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک جماعتِ علماء نے کہا: متروک ہے۔ ابن حبان نے کہا اس کا مذہب دین میں اور اُس میں کذب کا وضوح ایسا روشن ہے کہ محتاجِ بیان نہیں کتابوں میں اس کا ذکر کرنا حلال نہیں اور نہ اس سے سند لانا اھ ملتقطاً

اُسی میں ہے:

ھشام بن محمد بن السائب الکلبی قال احمد بن حنبل انما کان صاحب سمر و نسب ما ظننت ان احدا یحدث عنہ وقال الدارقطنی وغیرہ متروک وقال ابن عساکر رافضی لیس بثقۃ۔[2]

امام احمد نے کلبی کے بیٹے ہشام کی نسبت فرمایا: وہ تو یہی کچھ کہانیاں کچھ نسب نامے جانتا تھا مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرے گا۔ امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: متروک ہے۔ امام ابن عساکر نے کہا: رافضی نامعتمد ہے۔

ثانیًا خود اُسی وصیت نامہ میں وہ لفظ منقول جن میں صاف اپنے حال کی طرف اشارہ ہے کہ اُن حاضرین سے کہا:

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن سائب الکلبی دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۵۵۷ تا ۵۵۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۹۲۳۷ ہشام بن محمد السائب ؍؍ ؍؍ ۴/ ۳۰۴

قد جاء بامر قبله الجنان وانکره اللسان مخافۃ الشنان[1]

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس وہ بات لے کر آئے جسے دل نے مانا اور زبان نے انکار کیا اس خوف سے کہ لوگ دشمن ہوجائیں گے۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لما تعیرونہ بہ من تبعیتہ لابن اخیہ[2]

یعنی وہ خوف یہ ہے کہ تم عیب لگاؤ گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا تابع ہوگیا۔

یعنی بھتیجا تو بیٹے کی مثل ہے اُنھیں امام بناتے آپ غلام بنتے عار آتی ہے، تم طعنہ کروگے اس لئے اسلام سے انکار ہے اگرچہ دل پر اُن کا صدق آشکار ہے۔

ثالثاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں اُن سے بعض وصایا ضرور منقول مگر جب اوروں کو وصیت ہو خود جاہلی حمیت ہو تو اس سے کیا حصول۔ قال اللہ تعالٰی:

کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[3]

اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو۔

تندرستی میں بھی یہی برتاؤ تھا کہ اوروں کو ترغیب دینا اور آپ بچنا وہی انداز وقتِ مرگ برتا۔

اصابہ[۱۳۴] میں فرمایا:

وھو امر ابی طالب ولدیہ باتباعہ فترکہ ذٰلک ھو من جملۃ العناد وھو ایضا من حسن نصرتہ لہ و ذبہ عنہ ومعاداتہ قومہ بسببہ[4]

رہا یہ کہ ابو طالب کا اپنے بیٹوں حیدر کرار و جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہنا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی کرو تو خود اس کا ترک کرنا یہ عناد میں سے ہے اور یہ ترغیب پیروی بھی اُن کی اُسی خوبی مدد وحمایت اور حضور کے باعث اپنی قوم سے مخالفت ہی میں داخل ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیہ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۶۵
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۵
[3] القرآن الکریم ۶۱/۳
[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابو طالب دار صادر بیروت ۴/۱۱۷

یعنی جہاں وہ سب کچھ تھا این ہمہ بر علم ایمان بے اذعان ملنا کیا امکان، ولہذا علمائے کرام جہاں ابوطالب سے یہ امور نقل فرماتے ہیں وہیں موت علی الکفر کی بھی تصریح کر جاتے ہیں اسی مواہب لدنیہ اور اُن کی دوسری کتاب ارشاد الساری کے کتنے کلمات اوپر گزرے۔

مجمع البحار[۱۲۸] میں ہے:

فی العاشرۃ دنا موت ابی طالب فوصی بنی المطلب باعانتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومات فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان عمك الضال قد مات قال فاغسلہ وکفنہ وواراہ غفر اللہ لہ فجعل یستغفر لہ ایاما حتی نزل "ماکان للنبی"[1]۔

یعنی نبوت سے دسویں سال ابوطالب کو موت آئی بنی عبدالمطلب کو مددگاری نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کرکے مرگئے۔ اس پر مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے عرض کی، حضور کا چچا مرگیا۔ فرمایا: نہلا کفنا کر دبا دے اللہ اُسے بخشے۔ دعائے مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ آیت اتری نبی کو روا نہیں کہ مشرکوں جہنمیوں کی بخشش مانگے۔

علامہ حفنی[۱۲۹] حاشیہ شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

قال القرطبی فی المفہم کان ابوطالب یعرف صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل ما یقولہ ویقول لقریش تعلمون واللہ ان محمدا لم یکذب قط ویقول لابنہ علی اتبعہ فانہ علی الحق غیر انہ لم یدخل فی الاسلام ولم یزل علی ذٰلك حتی حضرتہ الوفاۃ فدخل علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طامعا فی اسلامہ وحریصا علیہ باذلا فی ذٰلك

یعنی امام[۱۳۰] قرطبی نے مفہم شرح صحیح مسلم میں فرمایا: ابوطالب خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے قریش سے کہتے خدا کی قسم تمھیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کوئی کلمہ خلافِ واقع نہ فرمایا اپنے بیٹے علی کرم اللہ وجہہ سے کہتے ان کے پیرو رہنا کہ یہ حق پر ہیں یہ سب کچھ تھا مگر خود اسلام میں نہ آئے موت آنے تک اسی حال پر رہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اس امید پر کہ شاید مسلمان ہوجائیں اس کی حضور کو سخت خواہش

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر بیان ارضاعہ مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورۃ ۵/۲۷۲

جهده مستفرغا ما عنده ولکن عاقت عن ذٰلك عوائق الاقدار التی لا ینفع معها حرص ولا اعتذار[1] وحسبنا الله ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تھی جو کچھ کوشش ممکن تھی سب خرچ فرما دی مگر وہ تقدیریں آڑے آئیں جن کے آگے نہ خواہش چلتی ہے نہ عذر۔ اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے کیا ہی اچھا کارساز ہے اور نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

شبہہ تاسعہ الحمدللہ عمرو کے سب شبہات حل ہوگئے اور وہ شبہات ہی کیا تھے محض مہملات تھے اب ایک شبہہ باقی رہا جس سے زمانۂ قدیم میں بعض روافض نے اپنے رسالہ "اسلام ابی طالب" میں استناد کیا اور اکابر ائمہ وعلمائے اہل سنت مثل امام اجل بیہقی وامام جلیل سہیلی وامام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی وامام بدرالدین محمود عینی وامام احمد قسطلانی وامام ابن حجر مکی وعلامہ حسین دیاربکری وعلامہ محمد زرقانی وشیخ محقق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے متعدد وجوہ سے جواب دیا۔ سُنّی کے لئے تو اسی قدر سے جواب ظاہر ہوگیا کہ استدلال کرنے والا ایک رافضی اور جواب دینے والے ائمہ وعلمائے اہلسنت مگر تتمیم فائدہ کے لئے فقیر غفرلہ المولی القدیر وہ شبہہ اور علماء کے اجوبہ ذکر کرکے جو کچھ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا تحریر کرے وباللہ التوفیق، ابن اسحٰق نے سیرۃ میں ایک روایت شاذہ ذکر کی جس کا خلاصہ یہ کہ ابوطالب کے مرض الموت میں اشراف قریش جمع ہوکر ان کے پاس گئے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سمجھا دو کہ ہمارے دین سے غرض نہ رکھیں ہم ان کے دین سے تعرض نہ کریں ابوطالب نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بلا کر عرض کی، حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ ایک بات کہہ لیں جس سے تم تمام عرب کے مالک ہوجاؤ اور عجم تمہاری مطیع۔ ابوجہل لعین نے عرض کی: حضور ہی کے باپ کی قسم ایک بات نہیں دس باتیں۔ فرمایا: تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لو۔ اس پر کافر تالیاں بجا کر بھاگ گئے۔ ابوطالب کے منہ سے نکلا: خدا کی قسم حضور نے کوئی بے جا بات تو اُن سے نہ چاہی تھی۔ اس کہنے سے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اُمید پڑی کہ شاید یہی مسلمان ہوجائے۔ حضور نے بار بار فرمانا شروع کیا، اے چچا! تو ہی کہہ لے جس کے سبب سے میں تیری شفاعت روز قیامت حلال کرلوں۔ جب ابوطالب نے حضور کی شدت خواہش دیکھی تو کہا، اے بھتیجے! میرے خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا

---

[1]

کہ لوگ حضور کو اور حضور کے باپ (یعنی خود ابوطالب) کے بیٹوں کو طعنہ دیں گے کہ نزع کی سختی پر صبر نہ ہوا کلمہ پڑھ لیا، تو میں پڑھ لیتا، اور وہ بھی اس طرح پڑھتا لااقولھا الا لاسرك بھا (میں نہ کہتا وہ کلمہ مگر اس لئے کہ آپکے خوش کرنے) صرف اس لئے کہ حضور کی خوشی کردوں۔ یہ باتیں نزع میں تو ہو ہی رہی تھیں جب روح پرواز کرنے کا وقت نزدیک آیا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کے لبوں کی جنبش دیکھی کان لگا کر سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، یاابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ ان یقولھا اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ بات کہہ لی جو حضور اقدس اس سے کہلواتے تھے۔ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم اسمع[1] سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہ سنی۔

یہ وہ روایت ہے علماء نے اس سے پانچ جواب دیئے:

اوّل یہ روایت ضعیف ومردود ہے، اس کی سند میں ایک راوی مبہم موجود ہے۔ یہ جواب امام بیہقی پھر امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی وامام بدرالدین محمود عینی وامام ابن حجر مکی وعلامہ حسین دیار بکری وعلامہ زرقانی وغیرہم نے افادہ فرمایا۔ خمیس میں ہے:

قال البیھقی انہ منقطع[2] الخ وسیأتی تمامہ۔	بیہقی نے کہا یہ منقطع ہے الخ اس کی پوری تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

فی سندہ من لم یسم[3]۔	اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ (ت)

شرح مواہب میں ہے:

روایۃ ابن اسحٰق ضعیفۃ[4]۔	ابن اسحاق کی روایت ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجۃ دارابن کثیر والتوزیع للطباعۃ والنشر القسم الاول ص ۴۱۸-۴۱۷

[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

[3] عمدۃ القاری کتاب المناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب تحت حدیث ۳۸۸۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

فیہ من لم یسم[1]

اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔(ت)

شرح ہمزیہ میں ہے:

روایۃ ضعیفۃ عن العباس انہ اسرالیہ الاسلام عند موتہ[2]

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ ابوطالب نے بوقتِ موت رازداری سے انھیں اسلام کی خبر دی۔(ت)

اصابہ میں ہے:

لقد وقفت علی تصنیف لبعض الشیعۃ اثبت فیہ اسلام ابی طالب منہا ما اخرجہ عن محمد بن اسحٰق الی ان قال بعد نقل متمسکات الرافضی، اسانید ھٰذہ الاحادیث واھیۃ[3]

یعنی میں نے ایک رافضی کا رسالہ دیکھا جس میں اس نے بعض روایات سے اسلامِ ابی طالب ثابت کرنا چاہا ہے۔ ازاں جملہ یہ روایت ابن اسحٰق ہے۔ ان سب کی سندیں واہی ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق ھٰھنا امور یجب التنبہ لہا:

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، یہاں چند امور ایسے ہیں جن پر آگاہ ہونا ضروری ہے:

اولہا لیس المنقطع ھٰھنا فی کلام البیہقی بالاصطلاح المشہور عند الجمہور انہ الذی سقط من سندہ راو امّا مطلقاً او بشرط ان لایسقط ازید من واحد علی التوالی وھو المرسل علی

پہلا امر: منقطع یہاں پر بیہقی کے کلام میں اُس معنی میں استعمال نہیں ہوا جو جمہور کے نزدیک مشہور اصطلاح ہے، یعنی وہ حدیث جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہوگیا ہو یا تو مطلقاً یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے درپے ساقط نہ ہوئے ہوں، بصورتِ اوّل

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۹۱

[2]

[3] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴/۱۱۶

۴۱ الاول او منه علی الثانی باصطلاح الفقہاء واھل الاصول واذا نظفت رجالہ فعندنا وعند الجمہور مقبول کیف و ذٰلک خلاف الواقع فی روایۃ ابن اسحٰق فان سندہ علٰی مارأیت فی سیرۃ ابن ھشام[1] و نقلہ الحافظ وغیرہ فی الفتح وغیرہ ھٰکذا حدثنی العباس بن عبد اللہ بن معبد عن بعض اھلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وھٰذا لاانقطاع فیہ کما تری و لامساغ لارادۃ الانقطاع من قبل ان ابن عباس لم یدرک الواقعۃ فانہ انما ولد عام مات ابوطالب ولد قبل الھجرۃ بثلث سنین کما فی التقریب[2]، وکذٰلک ارخ ابن الجزار موت ابی طالب قبل ھجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بثلث سنین کما فی المواھب[3]، و ذٰلک لان مراسیل

وہ مرسل ہے، اور بصورت ثانی مرسل کی ایک نوع ہے فقہاء اور اہلِ اصول کی اصطلاح میں ۔ اور جب اس کے رجال عادل ہوں تو وہ ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے ۔ اور جمہور کی اصطلاح میں یہ کیسے منقطع ہو سکتی ہے حالانکہ ابن اسحٰق کی روایت میں معنیٰ مذکور کے خلاف واقع ہے، کیونکہ اس کی سند جیسا کہ میں نے سیرت ابن ہشام میں دیکھی اور حافظ وغیرہ نے اُس کو فتح الباری وغیرہ میں نقل کیا وہ یُوں ہے مجھے حدیث بیان کی عباس بن عبد اللہ بن معبد نے اپنے بعض گھر والوں سے انھوں نے عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ۔ اور اس میں جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے کوئی انقطاع نہیں اور نہ ہی اس جہت سے انقطاع مراد لینے کی کوئی گنجائش ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ واقعہ نہیں پایا کیونکہ آپ اس سال پیدا ہُوئے جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا۔ آپ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی جیسا کہ تقریب میں ہے اور یونہی ابوطالب کی موت کی تاریخ ابن جزار نے بیان کی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوئے جیسا کہ مواہب میں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مراسیل

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجہ دار ابن کثیر للطباعۃ القسم الاول ص ۴۱۷
[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۴۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۵۰۴
[3] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۶۲

الصحابة مقبولة بالاجماع ولاعبرۃ بمن شذ فی تقریب النووی هذا کله فی غیر مرسل الصحابی اما مرسله فمحکوم بصحته علی المذهب الصحیح[1] قال فی التدریب قطع به الجمهور من اصحابنا وغیرهم واطبق علیه المحدثون[2] وفی مسلم الثبوت ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا ولا اعتداد لمن خالف[3] اھ وانما سماہ البیهقی منقطعا علی اصطلاح له ولشیخه الحاکم ان المبهم ایضا من المنقطع فی التقریب والتدریب (اذا قال) الراوی فی الاسناد (فلان عن رجل عن فلان فقال الحاکم) هو (منقطع لیس مرسلا وقال غیرہ مرسل) قال العراقی کل من القولین خلاف ما علیه الاکثرون فانهم ذهبوا الی انه متصل فی سندہ مجهول، وزاد البیهقی علی هذا فی سننه فجعل

صحابہ کے مقبول ہونے پر اجماع ہے اور جو تنہا اس موقف کے خلاف ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ تقریب نواوی میں ہے کہ یہ سب گفتگو مرسلِ صحابی کے غیر میں ہے۔ رہا مرسلِ صحابی تو صحیح مذہب میں اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ تدریب میں کہا کہ ہمارے اصحاب وغیرہ جمہور نے اس حکم کو قطعی قرار دیا اور محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے مرسل اگر صحابی سے ہے تو مطلقاً قبول کی جائے گی اور جس نے مخالفت کی اس کا کوئی اعتبار نہیں اھ۔ بیہقی کا اُسے منقطع کہنا فقط ان کی اپنی اور انکے شیخ امام حاکم کی اصطلاح ہے کہ ان کے نزدیک مبہم بھی منقطع ہے۔ تقریب اور تدریب میں ہے راوی نے اسناد میں جب کہا کہ فلاں نے ایک مرد سے اور اس نے فلاں سے روایت کی تو امام حاکم نے فرمایا کہ یہ منقطع ہے مرسل نہیں ہے جبکہ اس کے غیر نے کہا یہ مرسل ہے۔ عراقی نے کہا یہ دونوں قول اکثریت کے مؤقف کے خلاف ہیں کیونکہ اکثر کا مؤقف یہ ہے کہ یہ متصل ہے اس کی سند میں راوی مجہول ہے۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں اس پر اضافہ کیا اور اس حدیث کو مرسل

---

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

[2] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی " " " " " "

[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ تعریف المرسل مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۰۱

ما رواہ التابعی عن رجل من الصحابة لم یسم مرسلاً[1] اھ مختصرا، و فیهما (النوع العاشر المنقطع الصحیح الذی ذهب الیه الفقهاء والخطیب و ابن عبد البر وغیرهما من المحدثین ان المنقطع مالم یتصل اسنادہ علی ای وجه کان انقطاعه) فهو و المرسل واحد (واکثر ما یستعمل فی روایة من دون التابعی عن الصحابة کمالك عن ابن عمر وقیل هو ما اختل منه رجل قبل التابعی) الصواب قبل الصحابی (محذ وفا کان) الرجل (او مبهما کرجل) هذا بناء علی ما تقدم ان فلانا عن رجل یسمّی منقطعا و تقدم ان الاکثرین علی خلافه، ثم ان هذا القول هو المشهور بشرط ان یکون الساقط واحدا فقط او اثنین لاعلی التوالی کما جزم به العراقی و شیخ الاسلام[2] اھ ملخصا۔

قرار دیا جس کو تابعی نے صحابہ میں سے ایک مرد سے روایت کیا اس صحابی کے نام کی تصریح نہیں کی اھ اختصار۔ اور ان دونوں (تقریب و تدریب) میں ہے دسویں قسم منقطع، صحیح مؤقف جس کی طرف فقہاء کرام اور محدثین میں سے خطیب و ابن عبدالبر وغیرہ گئے ہیں وُہ یہ ہے کہ منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو، چاہے کسی وجہ سے انقطاع ہو، وہ اور مرسل ایک ہی ہیں۔ اور اس کا اکثر اطلاق ایسی حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے جیسے امام مالک علیہ الرحمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کریں۔ ایک قول کے مطابق منقطع وہ حدیث ہے جس میں تابعی سے قبل (صحیح یہ ہے کہ صحابی سے قبل) کوئی راوی مختل ہو، چاہے تو وہ محذوف ہو یا مبہم، جیسے کہا جائے "کوئی شخص"، یہ اس پر مبنی ہے جس کا پہلے ذکر ہوچکا "یعنی فلاں نے ایک شخص سے روایت کی" یہ منقطع کہلاتی ہے۔ اور ماقبل میں گزرچکا ہے کہ اکثریت اس کے خلاف ہے۔ پھر یہ قول اس شرط کے ساتھ مشہور ہے کہ ساقط فقط ایک راوی ہو یا دو ہوں مگر پے در پے نہ ہوں جیسا کہ اس پر عراقی اور شیخ الاسلام نے جزم کیا ہے[2] اھ تلخیص۔

---

[1] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۱ و ۱۶۲

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 النوع العاشر المنقطع 〃 〃 ۱/ ۱۷۱ و ۱۷۲

ثانیہا لیس المبہم من المجہول المقبول عندنا وعند کثیر من الفحول او اکثرھم فان الراوی اذا لم یرو عنہ الا واحد فمجہول العین نمشیہ نحن وکثیر من المحققین واذا زکی ظاھرا لا باطنا فمستور نقبلہ نحن واکثر المحققین کما بینتہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" و ظاھر ان شیئا من ھذا لا یعرف الا بالتسمیۃ فالمبہم لیس منہما فی شیئ بل ھو کمجہول الحال الذی لم تعرف عدالتہ باطنا ولا ظاھرا وان خصصناہ ایضا بمن سمی فلیس من المجہول المصطلح علیہ اصلاً وان کان یطلق علیہ اسم المجہول نظرا الی المعنی اللغوی، و تحقیق الحکم فیہ ان ابہام راو غیر الصحابی بغیر لفظ التعدیل کحدثنا ثقۃ لیس کحذفہ عندنا فی القبول فان الجزم مع الاسقاط امارۃ الاعتماد بخلاف الاسناد قال فی مسلم الثبوت و شرحہ فواتح الرحموت (قال رجل لا یقبل

دوسرا امر: مبہم اس مجہول میں سے نہیں جو ہمارے نزدیک اور تمام علماء ماہرین یا اکثر کے نزدیک مقبول ہے، اس لئے کہ اگر کسی راوی سے فقط ایک ہی شخص روایت کرے تو وہ مجہول العین ہے۔ ہم اور کثیر محققین اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور اگر اس کا ظاہری طور پر تزکیہ ہوجائے مگر باطنی طور پر نہ ہو تو وہ مستور ہے، ہمارے اور اکثر محققین کے نزدیک یہ مقبول ہے جیسا کہ میں نے اس کو رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجہول کی دونوں قسموں میں سے کوئی نہیں پہچانا جاتا مگر نام ذکر کرنے سے تو مبہم ان دونوں قسموں میں سے کوئی قسم بھی نہ ہوا بلکہ وہ مجہول الحال کی مثل ہے جس کی عدالت نہ ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہے نہ باطنی طور پر، اگر ہم اس (مجہول الحال) کو بھی مختص کرلیں اس کے ساتھ جس کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو اس صورت میں مبہم بالکل ہی مجہول اصطلاحی میں سے نہیں ہوگا، اگرچہ معنی لغوی کے اعتبار سے اس پر مجہول کا اطلاق ہوگا۔ اس میں حکم کی تحقیق یہ ہے کہ غیر صحابی کا ابہام بغیر لفظ تعدیل کے جیسے مجھے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے۔ ہمارے نزدیک قبولیت میں حذف راوی کی مثل نہیں۔ کیونکہ اسقاط راوی کے باوجود اس پر جزم، اعتماد کی نشانی ہے بخلاف اسناد کے۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے کسی شخص نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی

فی) المذھب (الصحیح) ولیس ھذا کالارسال کما نقل عن شمس الائمۃ لان ھذا روایۃ عن مجھول والارسال جزم بنسبۃ المتن الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا لایکون الا بالتوثیق فافترقا (بخلاف) قال ثقۃ او رجل من الصحابۃ لان ھذا روایۃ عن ثقۃ لان الصحابۃ کلھم عدول (ولو اصطلح علی معین) معلوم العدالۃ علی التعیین برجل (فلا اشکال) فی القبول[1] اھ،

اقول ویتراءی لی استثناء من ابھم وقد علم من عادتہ انہ لایروی الا عن ثقۃ کامامنا الاعظم والامام احمد وغیرھما ممن سمیناھم فی "منیر العین" فان المبھم اما من مجھول الحال او کمثلہ وقد صرحوا فیہ بھذا التفصیل قال فی الکتابین (فی روایۃ العدل) عن المجھول (مذاھب) احدھا (التعدیل) فان شان العدل لایروی الا عن عدل (و) الثانی

ایک مرد نے' تو مذہب صحیح میں قبول نہیں کیا جائیگی۔ یہ ارسال کی مثل نہیں جیسا کہ شمس الائمہ سے منقول ہے' کیونکہ یہ مجہول سے روایت ہے جبکہ ارسال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف متن کی نسبت کا جزم ہے اور یہ بغیر توثیق کے نہیں ہوسکتا' تو اس طرح دونوں میں فرق ہوگیا بخلاف اس کے کہ اگر کسی نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے یا صحابہ کرام میں سے ایک مرد نے کیونکہ یہ ثقہ سے روایت ہے' اس لئے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اگر یہ اصطلاح بنالی جائے کہ فلاں معین شخص جس کی عدالت معلوم ہے کو "ایک مرد" کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا تو اس کے مقبول ہونے میں کوئی اشکال نہیں اھ، اقول (میں کہتا ہوں) میرے لئے اُس شخص کا استثناء ظاہر ہوا جس نے ابہام کیا حالانکہ اس کی عادت معروف ہے کہ بغیر ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتا جیسا کہ ہمارے امام اعظم اور امام احمد اور دیگر ائمہ کرام جن کے نام ہم نے "منیر العین" میں ذکر کئے ہیں۔ اس لئے کہ مبہم مجہول الحال سے ہوگا یا اس کی مثل ہے۔ تحقیق اس میں علماء نے اس تفصیل کے ساتھ تصریح فرمائی ہے، دونوں کتابوں میں کہا کہ مجہول سے عادل کی روایت کے بارے میں چند مذہب ہیں' ان میں سے ایک مذہب اس کی تعدیل ہے، کیونکہ عادل کی شان یہ ہے کہ وہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے۔ دوسرا مذہب

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۷۷

(المنع) لجواز روایته تعویلا علی المجتھد انه لایعمل الابعد التعدیل (و) الثالث (التفصیل بین من علم) من عادته (انه لایروی الا عن عدل) فیکون تعدیلا (اولا) فلا (وھو) ای الثالث (الاعدل) وھو ظاھر[1] اھ باختصار۔

منع تعدیل ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے اُس نے مجتہد پر بھروسا کرتے ہُوئے یہ روایت کردی ہو کیونکہ مجتہد تعدیل کے بعد ہی عمل کرتا ہے۔ اور تیسرا مذہب تفصیل یعنی اگر اس کی یہ عادت معلوم ہے کہ وُہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے غیرِ عادل سے نہیں، تو تعدیل ہوگی ورنہ نہیں۔ اور یہ تیسرا مذہب زیادہ عدل والا ہے اور وہ ظاہر ہے اھ اختصار۔

ثالثھا لیس الحکم علی کافر معلوم الکفر لاسیما المدرك صحة لغویة بطریان الاسلام من باب الفضائل المقبول فیه الضعاف باتفاق الاعلام، کیف وانه یبتنی علیه کثیر من الاحکام کتحریم ذکرہ الابخیر و وجوب تعظیمه بطلب الترضی علیه اذا ذکر بعد ماکان ذٰلك حراما بل ربما المنجر الی الکفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، وقبول قوله فی الروایات ان وقعت الی غیر ذٰلك والیقین لایزول الشك والضعیف لایرفع الثابت وانما السرفی قبول الضعاف حیث تقبل انھا ثمه لم تثبت شیئا لم یثبت کما حققناہ بما لامزید علیه

تیسرا امر: جس کافر کا کفر معلوم ہو خصوصًا جبکہ وُہ صحتِ لغویہ کو پانے والا ہو۔ اُس پر اسلام کے طاری ہونے کا حکم از قبیل فضائل نہیں ہے جس میں باتفاقِ علماء ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں۔ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس پر بہت سے احکام کی بنیاد ہے مثلاً بھلائی کے سوا اس کے ذکر کا حرام ہونا، اس کی تعظیم کا واجب ہونا اور اس کے ذکر کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنا۔ بعد اس کے یہ حرام بلکہ بسا اوقات کفر تک پہنچا دینے والی چیز ہے، اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور روایات میں اس کے قول کو قبول کرنا جبکہ واقع ہوں وغیرہ ذالک، حالانکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ اور ضعیف حدیث ثابت کو رفع نہیں کرسکتی۔ ضعیف حدیثیں جہاں قبول کی جاتی ہیں وہاں ان کو قبول کرنے میں راز یہ ہے کہ وہاں ضعیف حدیثیں کسی غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرتیں جیسا کہ ہم اپنے رسالہ

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۵۰

ما دفع الاوهام المتطرقة الیه فی رسالتنا "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" فاذا لم تکن لتثبت مالم یثبت فکیف ترفع ماقد ثبت ماھذا الا غلط و شطط وھذا واضح جدا فاتضح بحمد اللہ ان الروایۃ ضعیفۃ واھیۃ و انھا فی اثبات ما رُیم منھا غیر مغنیۃ ولا کافیۃ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

"الہاد الکاف فی حکم الضعاف" میں اس کی تحقیق کردی ہے جس پر زیادتی نہیں کی جاسکتی جس نے اس مسئلہ میں پیدا ہونے والے تمام وہموں کا ازالہ کردیا ہے۔ چنانچہ جب وہ ضعیف حدیثیں غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرسکتی ہیں تو ثابت شدہ چیز کو رفع کیسے کرسکیں گی۔ یہ محض غلط اور حق سے دُوری ہے، یہ خوب واضح ہے۔ بحمداللہ واضح ہوگیا کہ روایت مذکورہ ضعیف اور بیہودہ ہے اور اس سے جس مقصد کو ثابت کرنا مطلوب تھا اس کے لئے یہ مفید و کافی نہیں ہے۔ یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

ثانیاً اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو ان احادیث جلیلہ جزیلہ صحاح اصح کے مخالف تھی لہذا مردود ہوتی نہ کہ خود صحیح بھی نہیں اب اُن کے مقابل کیا التفات کے قابل! **اقول** جواب اول بنظر سند تھا یہ بلحاظ متن ہے یعنی اگر سنداً صحیح بھی ہوتی تو متناً شاذ تھی اور ایسا شذوذ قادح صحت یوں بھی ضعیف رہتی اب کہ سنداً بھی صحیح نہیں خاص منکر ہے اور بہرحال مردود و نامعتبر۔ یہ جواب بھی علمائے ممدوحین نے دیا اور امام قسطلانی و شیخ محقق نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا۔

خمیس[۱۴۱] میں بعد عبارت مذکورہ امام بیہقی سے ہے:

والصحیح من الحدیث قد اثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر والشرك کما رویناہ فی صحیح البخاری[1]

یعنی حدیث صحیح ابوطالب کا کفر و شرک پر مرنا ثابت کررہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود۔

بعینہٖ اسی طرح مواہب[۱۴۲] میں ہے۔

عمدہ[۱۴۳] میں بعد عبارت مذکورہ اور زرقانی میں امام حافظ الشان سے ہے:

ولوکان صحیحا لعارضہ حدیث

اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو اس باب میں وارد حدیث

---

[1] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وصیت ابی طالب مؤسسۃ شعبان للنشر بیروت ۱/۳۰۰

الباب لانہ اصح منہ فضلا عن انہ لم یصح[1]

اس کے معارض ہوتی کیونکہ وہ اس سے اصح ہے چہ جائیکہ یہ صحیح ہی نہیں۔ (ت)

اصابہ میں بعد کلام سابق ہے:

وعلی تقدیر ثبوتہا فقد عارضہا ماھو اصح منہا[2]

اور اس کے ثبوت کی تقدیر پر وہ حدیث اس کے معارض ہے جو اس سے اصح ہے۔ (ت)

پھر حدیث دوم لکھ کر فرمایا:

فھذا ھو الصحیح الذی یرد الروایۃ التی ذکرھا ابن اسحٰق[3]

یہ حدیث صحیح روایت ابن اسحاق کو رَد کر رہی ہے۔

شرح ہمزیہ کی عبارت اوپر گزری:

صرائح الاحادیث المتفق علی صحتہا ترد ذٰلک[4]

صریح حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسے رَد کر رہی ہیں۔

مدارج النبوۃ[145] میں ہے:

دراحادیث واخبار اسلام وے ثبوت نیافتہ جزآنچہ درروایت ابن اسحٰق آمدہ کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقتِ مرگ وگفتہ کہ چوں قریب شد موت وے عباس گفت یا ابن اخی! واللہ تحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا بداں کلمہ ودر روایتے آمدہ کہ آنحضرت گفت من نشنیدم باآنکہ حدیث

اخبار واحادیث میں ابوطالب کا اسلام ثابت نہیں ہوا سوائے اُس روایت کے جو ابن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ وقتِ موت کے قریب اسلام لے آئے تھے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب ابوطالب کا وقتِ موت قریب ہُوا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! بخدا میرے بھائی نے وُہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا

---

[1] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار حدیث ۳۸۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۳
شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۶

[3] " " " " " " " " " ۴/ ۱۱۷

[4] شرح ہمزیہ

صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را۔[1] اھ مختصراً۔

آپ نے اس کو حکم دیا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا باوجودیکہ حدیث صحیح نے کفرِ ابوطالب کو ثابت کردیا ہے اھ اختصار (ت)

یہ کلام حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے یہاں ہامش مدارج پر اپنے دو حاشیے لکھے پائے جن کی نقل خالی از نفع نہیں۔

اوّل قول شیخ جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ بر بایں عبارت **اقول** ایں استثناء منقطع ست ائمہ فن ہمچو امام بیہقی و امام ابن حجر عسقلانی و امام عینی و امام ابن حجر مکی وغیرھم تصریح کردہ اند بضعف ایں روایت زیراکہ درو راوی مبہم واقع شدہ باز مخالف صحاح منکرست و شیخ در آخر کلام خود اشارہ بضعف او میکند کہ باآنکہ حدیث صحیح اثبات کردہ است الخ معلوم شد کہ ایں صحیح نیست۔[2]

اوّل شیخ کے قول "جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ" پر اس عبارت کے ساتھ حاشیہ لکھا: میں کہتا ہوں یہ استثناء منقطع ہے۔ ائمہ فن جیسے امام بیہقی، امام ابن حجر عسقلانی، امام عینی اور امام ابن حجر مکی وغیرہ نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مبہم واقع ہوا ہے، پھر صحیح حدیثوں کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے۔ اور شیخ علیہ الرحمہ اپنے کلام کے آخر میں ان لفظوں کے ساتھ اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ "باوجودیکہ حدیث صحیح نے اس کے کفر کو ثابت کردیا ہے" معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

دوم قول شیخ و در روایتے آمدہ پر بایں الفاظ **اقول** ایں لفظ ایہام میکند آں را کہ ایں جا دو روایت ست و روایت مذکورہ ابن اسحٰق عاری ست از ذکر رد فرمودن نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بقول

دوم شیخ کے قول "و در روایتے آمدہ" پر ان الفاظ کے ساتھ حاشیہ لکھا: میں کہتا ہوں یہ وہم میں ڈالتا ہے کہ یہاں دو روایتیں ہیں، اور روایت ابن اسحٰق میں نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ کلمات رد نہیں ہیں کہ "میں نے نہیں

---

[1] مدارج النبوۃ باب دوم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۸

مبارکش لو اسمع حالانکہ نہ چنان ست بلکہ ایں تتمہ ہماں روایت ابن اسحٰق ست بریں معنی آگاہ باید بود۔[1] سُنا" حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اسی روایت ابن اسحٰق کا تتمہ ہے۔ اس معنی پر آگاہ ہونا چاہیے۔(ت)

ثالثاً خود قرآنِ عظیم اسے رَد فرما رہا ہے اگر اسلام پر موت ہوتی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو استغفار سے کیوں ممانعت آتی۔ یہ جواب حافظ الشان کا ہے اور اُسے خمیس میں بھی ذکر کیا۔

اصابہ[2] میں بعد عبارت مذکورہ قریبہ ہے:

اذلوکان قال کلمۃ التوحید مانھی اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الاستغفار لہ۔[2] اگر اس نے کلمہ توحید کہہ لیا ہوتا تو اللہ تعالٰی اپنے نبی کو اُس کے حق میں استغفار سے منع نہ فرماتا۔(ت)

اقول استغفار سے نہی کفر میں صریح نہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں میت مدیون کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے ممنوع تھے۔ علمائے متاخرین نے حدیث استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی[3] (میں نے اپنے رب سے اذن طلب کیا کہ میں اپنی ماں کیلئے استغفار کروں تو اُس نے مجھے اذن نہ دیا۔ ت) کا یہی جواب دیا ہے تو استدلال اسی آیتِ کریمہ کے لفظ للمشرکین و لفظ اصحٰب الجحیم سے اولٰی و انسب ہے اگر کلمہ اسلام پر موت ہوتی تو رب العزۃ ابوطالب کو مشرک کیوں بتاتا، اصحابِ نار سے کیوں ٹھہراتا۔ لاجرم یہ روایت بے اصل ہے۔

رابعاً اقول اس میں ایک علت اور ہے، حدیث صحیح چہارم دیکھئے خود یہی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ جن سے یہ حکایت ذکر کی جاتی ہے موت ابی طالب کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھتے ہیں، یارسول اللہ! حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو بھی کچھ نفع دیا وہ حضور کا غمخوار طرفدار تھا، ارشاد ہوا ہم نے اُسے سراپا جہنم میں غرق پایا اتنی تخفیف فرمادی کہ ٹخنوں تک آگ ہے میں نہ ہوتا تو اسفل السافلین اس کا ٹھکانا تھا۔[4]

سبحٰن اللہ! اگر عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے کانوں سے مرتے وقت کلمہ توحید پڑھنا سُنتے تو

---

[1]

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی جواز زیارۃ قبور المشرکین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

[4] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸

صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " " ۱/ ۱۱۵

مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

اس سوال کا کیا محل تھا، وہ نہ جانتے تھے کہ الاسلام یجب ما قبلہ مسلمان ہوجانا گزرے ہوئے سب اعمالِ بد کو ڈھا دیتا ہے، کیا وہ نہ جانتے تھے کہ اخیر وقت جو کافر مسلمان ہو کر مرے بے حساب جنت میں جائے، من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا جنت میں داخل ہوا۔ ت) اور پھر سوال میں کیا عرض کرتے ہیں وہی پرانے قصّے نصرت و یاری و حمایت و غمخواری یہ نہیں کہتے یا رسول اللہ! وہ تو کلمۂ اسلام پڑھ کر مرا ہے، یہ پوچھتے ہیں کہ حضور نے اسے بھی کچھ نفع بخشا، یہ نہیں عرض کرتے کہ کون سے اعلیٰ درجاتِ جنت عطا فرمائے، وہ حالت صحیح میں سمجھتے تو پرواز سوال یوں ہوتا کہ یا رسول اللہ! ابوطالب کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور حضور کے ساتھ اُن کی غایت محبت و کمال حمایت تو قدیم سے تھی اللہ عزوجل نے فردوسِ اعلیٰ کا کون سا محل انہیں کرامت فرمایا تو نظرِ انصاف میں یہ سوال ہی اس روایت کی بے اصلی پر قرینہ واضحہ ہے اور جواب تو جوارشاد ہوا ظاہر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ارحم الراحمین یہ جواب فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے فتوائے سابقہ مختصرہ میں ذکر کیا تھا اب شرح مواہب میں دیکھا کہ علامہ زرقانی نے بھی اس کی طرف ایما کیا، فرماتے ہیں:

فی سوال العباس عن حالہ دلیل علی ضعف روایۃ ابن اسحٰق لانہ لوکانت الشھادۃ عندہ لم یسأل لعلمہ بحالہ[2]

ابوطالب کے حال کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال میں روایت ابن اسحٰق کے ضعف پر دلیل ہے، کیونکہ اگر ابوطالب نے حضرت عباس کے نزدیک کلمۂ شہادت پڑھ لیا تھا تو وہ یہ سوال نہ کرتے اس لئے کہ ان کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ (ت)

اقول یونہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی طرف اس کی روایت کی نسبت جاتی ہے علاوہ اُس تفسیر کے جو آیت ثالثہ میں اُن سے مروی خود بسندِ صحیح معلوم کہ وہ حضور پر نور سیّد یوم النشور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابوطالب کے بارے میں وہ ارشاد پاک حدیث ہشتم میں سُن چکے ہیں جس میں ناری ہونے کی صریح تصریح ہے یہ روایت اگر صحیح ہوتی تو اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۶۳
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ من قال لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۱
المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۴۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

ابو طالب کو ناجی جانیں کہ ان امور میں نسخ وتغیر کو راہ نہیں مگر لازم بحکم حدیث صحیح صحیح مسلم باطل تو ملزوم بھی حلیہ صحت سے عاطل، فافہم۔

خامسًا یقینًا معلوم کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے کہیں گیارہ برس بعد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ہیں، اور اسی روایت میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابو طالب کا کلمہ پڑھنا نہ سُنا اور اُن کی عرض پر بھی اطمینان نہ فرمایا، یہی ارشاد ہوا کہ ہم نے نہ سُنا، اب نہ رہی مگر ایک شخص کی شہادت جو عدالت در کنار گواہی دیتے وقت مسلمان بھی نہیں وہ شرعًا کس قاعدہ وقانون سے قابلِ قبول یا لائقِ التفات اصحابِ عقول ہوسکتی ہے۔

اقول پہلے جوابوں کا حاصل سندًا یا متنًا روایت کی تضعیف تھی اُس جواب میں اُسے ہر طرح صحیح مان کر کلام ہے کہ اب بھی اثبات مدعی سے مس نہیں اُس سے یہ ثابت ہُوا کہ ابو طالب نے کلمہ پڑھا بلکہ اس قدر معلوم ہُوا کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی غیر اسلام کی حالت میں ایسا بیان کیا پھر اس سے کیا ہوتا ہے، یہ جواب امام سہیلی نے روض الانف میں ارشاد فرمایا اور اُن کے بعد امام عینی و امام قسطلانی نے ذکر کیا۔ عمدہ میں ہے:

قال السہیلی ان العباس قال ذٰلک فی حال کونہ علی غیر الاسلام ولو اداھا بعد الاسلام لقبلت منہ [1]	سہیلی نے کہا کہ حضرت عباس نے یہ بات حالتِ غیر اسلام میں کہی اگر بعد اسلام وہ اس کو ادا کرتے تو مقبول ہوتی۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق خود اسی روایت کا بیان کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی عرض پر یہی فرمایا کہ ہمارے مسامع قدسیہ تک نہ آیا۔ دلیل واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے بیان پر اطمینان نہ فرمایا اس گواہی کو مقبول ومعتبر نہ ٹھہرایا ورنہ کیا عقل سلیم قبول کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس کے اسلام میں اس درجہ کوشش بلیغ ہو نفس النفیس اس حد شدت پر اُس کی خواہش فرماتی جب وُہ امر عظیم محبوب وقوع میں آئی ایسے سہل لفظوں میں جواب دے دیا جائے، لاجرم اس ارشاد کا یہی مفاد کہ تمہارے کہنے پر کیا اعتماد ہم سُنتے تو ٹھیک تھا یہ صریح رد شہادت ہے تو جو گواہی خدا ورسول رد فرما چکے دُوسرا اس کا قبول کرنے والا کون!

وبھٰذا التحقیق الانیق استنار وللہ الحمد اور اس عمدہ تحقیق سے بحمد اللہ روشن ہوگیا کہ امام عینی نے

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸/۲۶۴

ان الامام العینی لقد احسن اذا قتصر فی نقل کلام الامام السھیلی علی مامر ونعما فعل اذ لم یتعد الی ماتعدی الیه الامام القسطلانی وتبعه العلامة الزرقانی حیث اثرا کلامه برمته واقرا علیه و ھذا لفظھما (اجیب) کما قال السھیلی فی الروض (بان شھادة العباس لابی طالب لواداھا بعد ما اسلم کانت مقبولة ولم ترد) شھادته (بقوله علیه الصلوٰة والسلام لم اسمع لان الشاھد العدل اذا قال سمعت وقال من ھو اعدل منه لم اسمع اخذ بقول من اثبت السماع) قال السھیلی لان عدم السماع یحتمل اسبابا منعت الشاھد من السمع (ولکن العباس شھد بذلك قبل ان یسلم) فلا تقبل شھادته[1] اھ اقول فلیس الکلام فی ان عباسا اثبت والنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم نفی،

امام سہیلی کے نقل کلام میں اقتصار کرکے بہت اچھا کیا اُس کی بُنیاد پر جو گزرا، اور اس کی طرف تجاوز نہ کرکے بھی اچھا کیا جس کی طرف امام قسطلانی نے تجاوز کیا اور اُن کی اتباع کی علامہ زرقانی نے، کیونکہ ان دونوں نے اُس کے کلام کو پورا نقل کیا اور اس پر قائم رہے۔ اور یہ لفظ ان دونوں کے ہیں۔ (جواب دیا گیا) جیسا کہ امام سہیلی نے روض میں فرمایا کہ اگر ابوطالب کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت آپ کے اسلام لانے کے بعد ہوتی تو مقبول ہوتی، اسکو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے ساتھ رد نہ کیا جاتا کہ "میں نے نہیں سُنا" کیونکہ عادل گواہ جب کہے کہ "میں نے سُنا ہے" اور اس سے زیادہ عدل والا کہے کہ "میں نے نہیں سُنا" تو اُس کے قول کو قبول کیا جائے گا جو سماع کو ثابت کرنے والا ہے۔ سہیلی نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ عدم سماع کئی ایسے اسباب کا احتمال رکھتا ہے جو گواہ کو سننے سے روکتے ہوں، لیکن چونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لانے سے قبل اس کی شہادت دی لہذا اُن کی شہادت قبول نہ ہوگی اھ۔ میں کہتا ہوں اس میں کلام نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اثبات کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی فرمائی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۱ و ۲۹۲

فهما شهادتان جاءتا عندنا احدهما تثبت والاخرى تنفی فتقدم التی تثبت لوکان صاحبها عدلا و معاذ الله ان تقدم علی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یقبل شهادة العباس و لم یرکن الیها فهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم قاض لا شاهد اٰخر وانما الشاهد العباس وحده فاذا لم یقبلها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمن یقبلها بعده هذا ماعندی وانا فی عجب عاجب ھٰھنا من کلام ھٰؤلاء الاعلام الاکابر فامعن النظر لعل له معنی قصرت عنه ید فهمی القاصر۔

یہ دو شہادتیں ہمارے پیشِ نظر ہیں، ایک ثابت کرنے والی اور دوسری نفی کرنے والی۔ لہذا مثبت گواہی نافی پر مقدم ہوگی جبکہ مثبت گواہی دینے والا عادل ہو اور معاذ اللہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول پر مقدم ہو۔ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کو قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی طرف میلان فرمایا، کیونکہ آپ تو قاضی تھے نہ کہ دوسرے گواہ، گواہ تو تنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا تو آپ کے بعد کون قبول کرسکتا ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے مجھے اس مقام پر ان اکابر علماء کے کلام پر سخت تعجب ہے، میں نے گہری نظر سے دیکھا کہ شاید اس کا کوئی معنٰی بن سکتا ہو مگر میرے فہم قاصر کا ہاتھ اس سے قاصر رہا۔ (ت)

یہ اجوبۂ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی ووافی وصافی ہیں، وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت)

سادسًا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت انھیں احادیث صحیحین کی مثل سندًا و متنًا ہر طرح اعلٰی درجہ کی صحیح اور شہادتِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی بروجہ کمال مقبول ونجیح، پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفرِ ابی طالب کی اصلًا دافع۔ آخر جب بحکمِ احادیثِ جلیلہ آیت قرآنیہ مشرک و ناری بتارہی ہے تو یہ کسی کے مٹائے مٹتا نہیں، یہ دوسری حدیث کہ فرضًا اُسی پلہ کی صحیح وجلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابوطالب نے آخر وقت لا الٰہ الا اللہ کہا، یہ نہیں بتاتی کہ وہ وقت کیا تھا، آخر وقت دو ہیں ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں اور یہ وقت وقتِ قبول ایمان ہے، دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغرہ ہو کر پردے اُٹھ جائیں جنت و نار پیشِ نظر ہوجائیں یؤمنون بالغیب کا محل نہ رہے کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود ونامقبول ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راو باسنا سنة الله التی قد خلت

تو اُن کے ایمان نے انھیں کام نہ دیا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے

فی عبادہ وخسر ھنالك الکٰفرین[1]

بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں ہیں (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر،[2] رواہ احمد والترمذی وحسنہ و ابن ماجۃ والحاکم وابن حبان والبیہقی فی الشعب کلھم عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰی سکراتِ موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس کو روایت کیا احمد نے، ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان اور امام بیہقی نے شعب میں۔ ان تمام نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اب اگر وقت اول کہنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع اُن احادیث صحیحہ کے اس حدیث صحیح مفروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیث صحیح کو رد کئے بغیر چارہ نہ ملے گا اور اگر وقت دوم پر مانتے ہیں تو آیت و احادیث سب حق و صحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض و تعارض بے تکلف دفع ہوا جاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر کب اُس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا لہٰذا حکم شرک و نار برقرار رہا۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین[3] اٰلئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین[4]

یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آلیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۸۵

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۲
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ باب ان اللہ لیغفر لعبدہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۷

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۰

[4] " " ۱۰/ ۹۱

صورتِ اُولیٰ ظاہر البطلان، لہٰذا شقِ اخیر ہی لازم الاذعان، اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق واقع تھی تو قطعاً یہی صورت واقع ہُوئی اور وہ ضرور قرینِ قیاس بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے قریبِ مرگ ہی جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اسی حالت میں کفارِ قریش سے وہ محاورات ہوئے سیّد عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے بار بار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی کفار نے ملتِ کفر پر قائم رہنے میں جان لڑائی، آخر پچھلا جواب وُہ دیا کہ ابوطالب ملتِ جاہلیت پر جاتا ہے، یہاں تک بات چیت کی طاقت تھی اب سینے پر دَم آیا پردے اُٹھے غیب سامنے آیا اُس نار نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا اپنی مہیب صورت سے مُنہ دکھایا لیس الخبر کالمعاینۃ (خبر مشاہدہ کی مثل نہیں۔ ت) اب کھُلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں، ڈوبتا ہوا سوار پکڑتا ہے اب لا الٰہ الا اللہ کی قدر آئی، کہنا چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہُوئی مگر بے سُود کہ وقت نکل چکا تھا،

انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لَوٹ کر جانے والے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

تو حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا، اور قرآن وحدیث تو قطعاً سچے ہیں کہ حکمِ کفر بدستور رہا، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔

سابعاً اس سے بھی درگزریے، یہ بھی مانا کہ حالتِ غرغرہ سے پہلے ہی پڑھا ہے، پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے، دل کے حال کا عالم خدا ہے، کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اُسے کافر بتائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو۔ ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں، جب دلوں کا مالک اس کے کفر پر حاکم تو قطعاً ثابت کہ اس کے قلب میں اذعان واسلام نہیں، آخر منافقین سُنا کر جیتے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھاکر نشھد انک لرسول اللہ[2] (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ت) کہنے پر کیا ارشاد ہُوا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷۱

[2] القرآن الکریم ۶۳/۱

واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون[1]	اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔(ت)

غرض لاکھ جتن کیجئے آیت برات سے برات ملے یہ شدنی نہیں رہے گی ہمان آتش در کاسہ (وہی قسمت وہی تعیب۔ت) کہ،

تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم[2]	کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔(ت)
والعیاذ باللہ رب العٰلمین اللّٰھم ارحم الراحمین صل وسلم وبارک علی السید الامین الاتی من عندک بالحق المبین اللھم بقدرتک علینا وفاقتنا الیک ارحم عجزنا یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین لاالٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ محمد رسول اللہ ودیعۃ عند اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین۔	اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ بہترین رحم کرنے والے! درود، سلام اور برکت نازل فرما اس امانت والے سردار پر جو تیری بارگاہ سے حق مبین لے کر آنے والا ہے۔ اے اللہ! اپنی قدرت کے ساتھ جو ہم پر ہے اور ہماری محتاجی تیری طرف ہے، ہمارے عجز پر رحم فرما اے بہترین رحم فرمانے والے۔ ہماری دُعا قبول فرما اور تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ کے بغیر کوئی سچا معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالٰی کی ملاقات کا وعدہ اللہ تعالٰی کے پاس ودیعت ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور سب صحابہ پر۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

بحمد اللہ ازاحت شبہات سے بھی بروجہ احسن فراغ پایا،

وھناک شبھۃ اخرٰی اوھن و اھون لم نورد ھا اذ لم نتعرض	یہاں ایک دُوسرا شبہہ ہے جو بہت کمزور اور بہت ہلکا ہے ہم اس کو اس لئے وارد نہیں کرتے

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

[2] " ۹/ ۱۱۳

ولم تعرف فلا نطیل الکلام بایرادھا و لنطوھا علی غرھا لمیعادھا۔ کہ نہ تو اُس کا تعرض کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ معروف ہے۔ چنانچہ ہم اس کو وارد کرکے کلام کو لمبا نہیں کرتے۔ لہٰذا چاہئے کہ ہم اس کے مقررہ وقت تک اُس کو اُس کے شکن پر لپیٹ دیں۔(ت)

اب بقیہ سوال کا جواب لیجئے اور اس رسالہ میں جن ائمہ و علماء و کتب سے یہ مسئلہ ثابت کیا آخر میں اُن کے اسماء شمار کر دیجئے کہ جسے رسالہ دیکھنے میں کاہل آئے ان ناموں ہی کو دیکھ کر خلاف سے ہاتھ اٹھائے لہٰذا آٹھویں فصل کا وصل اور مناسب کہ تلك عشرۃ کاملۃ (یہ پورے دس ہوئے۔ت) جلوہ دکھائے۔

فصل ہشتم

جب ابوطالب کا کفر ادلہ کالنہار سے آشکار تو رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دعا ہے کما ھو الظاھر (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزاء، ایسی دُعا سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہی فرمائی۔

کما فی الصحیحین[1] وقد بیناہ فی رسالتنا "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" التی ذیلنا بھا رسالۃ "احسن الوعاء لاٰداب الدعاء" لخاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے، اور ہم نے اس کو اپنے رسالہ "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" میں بیان کر دیا۔ اس رسالے کو ہم نے حاشیہ بنایا رسالہ "احسن الوعاء لاٰداب الدعاء" کا، جو تصنیف ہے خاتمۃ المحققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرہ کی۔ (ت)

علماء نے کافر کے لئے دُعائے مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے، پھر دُعائے رضوان تو اُس سے بھی ارفع و اعلیٰ،

فان السید قد یعفو عن عبدہ اس لئے کہ مالک بعض دفعہ اپنے غلام کو معاف

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ما کان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضرہ الموت الخ " " " ۱/ ۴۰

وھو عنہ غیر راض کما ان العبد
بما یحب سیدہ وھو علی امرہ
غیر ماض وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔

کردیتا ہے حالانکہ وہ اس پر راضی نہیں ہوتا ، جیساکہ غلام بسا اوقات اپنے مالک کو پسند کرتا ہے مگر اُس کے حکم پر عمل پیرا نہیں ہوتا ۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے ۔ (ت)

امام محمد محمد حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں :

صرح الشیخ شھاب الدین القرافی المالکی بان الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ ولھذا قال المصنف وغیرہ ان کانا مؤمنین[1]

یعنی امام شہاب قرافی مالکی نے تصریح فرمائی کہ کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے کہ اللہ عزوجل نے جو خبر دی اس کا جھوٹا کرنا چاہتا ہے اس لئے منیہ وغیرہ کتب فقہ میں قید لگادی کہ ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں ۔

پھر ایک ورق کے بعد فرمایا کہ تقدم انہ کفر[2] اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہ کفر ہے ۔

ردالمحتار میں ہے :

الدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلا ولا شرعا ولتکذیب النصوص القطعیۃ بخلاف الدعاء للمؤمنین کما علمت فالحق ما فی الحلیۃ[3]

اس کی دُعا کفر ہے کیونکہ یہ عقلاً و شرعاً ناجائز ہے اور اس میں نصوص قطعیہ کی تکذیب ہے بخلاف مومنوں کے لئے دعا کے ۔ جیسا کہ تُو جان چکا ہے ، اور حق وہ ہے جو حلیہ میں ہے ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

الحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر[4]

حق یہ ہے کہ کافر کیلئے دعائے مغفرت حرام ہے ۔

اسی طرح بحرالرائق میں ہے ۔

---

[1] حلیۃ المحلی
[2] " "
[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱
[4] الدرالمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۸

اقول ومانحا الیہ العلامۃ الشامی من عدم جواز عفو الکفر عقلا فانما تبع فیہ الامام النسفی صاحب عمدۃ الکلام وشرذمۃ قلیلۃ من اھل السنۃ والجمھور علی امتناعہ شرعا وجوازہ عقلا کما فی شرح المقاصد والمسامرۃ وغیرھما وبہ تقضی الدلائل فھو الصحیح وعلیہ التعویل فاذن الحق ماذھب الیہ البحر وتبعہ فی الدر وتمام الکلام فی ھذا المقام فیما علقناہ علی رد المحتار۔

اقول (میں کہتا ہوں) جس کا قصد علامہ شامی نے کیا یعنی کفر کی معافی کا عقلاً عدم جواز تو اس میں انھوں نے عمدۃ الکلام کے مصنف امام نسفی اور اہلسنّت کے گروہ قلیل کی پیروی کی ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک یہ شرعاً ممتنع اور عقلاً جائز ہے جیسا کہ شرح المقاصد اور مسامرہ وغیرہ میں ہے۔ اور دلائل اسی کے مؤید ہیں لہذا یہی صحیح اور اسی پر بھروسا ہے تو اب حق وُہ ہے جس کی طرف صاحب البحر گئے ہیں اور دُر میں اسی کی پیروی کی ہے، اور مکمل کلام اس مقام پر ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے (ت)

ہاں ابولہب و ابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خون انصاف کرنا ہے، ابوطالب کی عمر خدمت وکفالت ونصرت وحمایتِ حضرتِ رسالت علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ درپردہ وعلانیہ درپے ایذاء و اضرار رہے کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح وستائش ہو اور کہاں وہ شقی جس کا وردذم ونکوہش ہو ایک اگرچہ خود محروم اور اسلام سے مصروف مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف اور دوسرا مردود ومتمرد وعدو ومعاند ہمہ تن کسر بیضہ اسلام میں مشغوف ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ت)

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابوطالب پر تمام کفار سے کم عقاب ہے اور یہ اشقیاء اُن میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے، ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں اور یہ ملاعنہ اُن میں کہ:

لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل[1] — اُن کے اُوپر آگ کی تہیں ہیں اور اُن کے نیچے آگ کی تہیں۔

لھم من جھنم مھاد ومن فوقھم غواش[2] — ان کے نیچے آگ کا بچھونا اور اوپر آگ کے لحاف۔

سراپا آگ، ہر طرف سے آگ، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۱

بلکہ دونوں کا ثبوتِ کفر بھی ایک سا نہیں، ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر وعذاب ہے اور اُس کا خلاف شاذ ومردود وباطل ومطرود، پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر و ابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر، تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت یکساں، نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں، ہر جگہ فرقِ زمین وآسمان، پھر مماثلت کہاں۔

نسأل اللّٰہ سلوك سوی الصراط و نعوذ باللّٰہ من التفریط والافراط۔ ہم اللہ تعالٰی سے سیدھے راستے پر چلنے کا سوال کرتے ہیں، اور افراط وتفریط سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ (ت)

فصل نہم

ان ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ذکر اسمائے طیبہ میں جنھوں نے کفرِ ابی طالب کی تصریح وتصحیح فرمائی اور اُن کے ارشادات کی نقل اس رسالہ میں گزری، **فمن الصحابة**:

(۱) امیر المومنین صدیق اکبر

(۲) امیر المومنین فاروق اعظم

(۳) امیر المومنین علی مرتضٰی

(۴) حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس

(۵) حافظ الصحابہ سیدنا ابوہریرہ

(۶) صحابی ابن الصحابی سیدنا مسیب بن حزن قریشی مخزومی

(۷) حضرت سیدنا عباس عمِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۸) سیدنا ابوسعید خدری

(۹) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق

(۱۱) سیدنا انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۱۲) حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

پہلے چھ حضرات سے تو خود اُن کے اقوال گزرے اور انس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تقریر اور باقی چار خود حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد بیان فرماتے ہیں اور پر ظاہر کہ یہاں اپنے کہنے سے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد بتانا اور بھی ابلغ ہے۔

ومن التابعین:

(۱۳) آدم آل عبا زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰے عنہم وکرم وجوھھم۔

(۱۴) امام عطاء بن ابی رباح استاذ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰے عنہما۔

(۱۵) امام محمد بن کعب قرظی کہ اجلّۂ ائمۂ محدثین ومفسرین تابعین سے ہیں۔

(۱۶) سعید بن محمد ابو السفر تابعی ابن التابعی ابن الصحابی نبیرہ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۷) امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ومن تبع تابعین:

(۱۸) عالم المدینہ امام دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۹) محرر المذہب مرجع الدنیا فی الفقہ والعلم سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۲۰) امام تفسیر مقاتل بلخی۔

(۲۱) سلطان اسلام خلیفۃ المسلمین جن کے آنے کی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بشارت دی تھی کہ:

منّا السفاح ومنّا المنصور ومنّا المہدی۔ رواہ الخطیب وابن عساکر وغیرھما بطریق سعید بن جبیر عنہ قال السیوطی قال الذھبی اسنادہ صالح۔

ہمیں میں سے ہوگا سفاح اور ہمیں میں منصور اور ہمیں میں مہدی۔ (اس کو خطیب وابن عساکر وغیرہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا اور اُسی کے طریق سے امام سیوطی نے کہا۔ ذہبی نے کہا اس کا اسناد صالح ہے۔ ت)

بلکہ دو حدیثوں میں یہی الفاظ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آئے،

رواہ کذٰلک الخطیب من طریق الضحاک عن ابن عباس وابن عساکر فی ضمن حدیث عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم رفعاہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس کو اسی طرح خطیب نے بطریق ضحاک سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا جبکہ ابن عساکر نے ایک حدیث کے ضمن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ان دونوں نے اس کا رفع نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک کیا۔ (ت)

اعنی امام ابوجعفر منصور نبیرزادہ ابن عم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ومن اتباع التبع ومن یلیھم:

(۲۲) امام الدنیا فی الحفظ والحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔

(۲۳) امام اجل ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔

(۲۴) امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی۔

(۲۵) امام ابو عبداللہ بن یزید ابن ماجہ قزوینی۔

یہ چاروں ائمہ اصحابِ صحاح مشہورہ ہیں اور یہی طبقہ اخیرہ عبداللہ بن المعتز کا ہے۔

وممن بعدھم من المفسرین:

(۲۶) امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی۔

(۲۷) امام ابو اسحٰق زجاج ابراہیم بن السری۔

(۲۸) جار اللہ محمود بن عمر خوارزمی زمخشری۔

(۲۹) ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری صاحبِ بسیط و وسیط و وجیز۔

(۳۰) امام اجل محمد بن عمر فخر الدین رازی۔

(۳۱) قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی مکمل الکبیر۔

(۳۲) علامہ قطب الدین محمد بن مسعود بن محمود بن ابی الفتح سیرافی شفار صاحبِ تقریب۔

(۳۳) امام ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی۔

(۳۴) امام علامۃ الوجود مفتی ممالک رومیہ ابو السعود بن محمد عمادی۔

(۳۵) علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی صاحبِ تفسیر لباب شہیر بہ خازن۔

(۳۶) امام جلال الدین محمد بن احمد محلی۔

(۳۷) علامہ سلیمان جمل وغیرہم ممن یاتی۔

ومن المحدثین والشارحین:

(۳۸) امام اجل احمد بن حسین بیہقی۔

(۳۹) حافظ الشام ابو القاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ دمشقی شہیر بابن عساکر۔

(۴۰) امام ابو الحسن علی بن خلف معروف بابن بطال مغربی شارح صحیح بخاری۔

(۴۱) امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن احمد سہیلی۔

(۴۲) امام حافظ الحدیث علامۃ الفقہ ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی۔

(۴۳) امام ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی شارح صحیح مسلم۔

(۴۴) امام ابو السعادات مبارک بن محمد بن ابی الکرم معروف بابن اثیر جزری صاحبِ نہایہ و جامع الاصول۔

(۴۵) امام جلیل محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری۔

(۴۶) امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ۔

(۴۷) امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح صحیح بخاری۔

(۴۸) علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس۔

(۴۹) امام حافظ الشان ابو الفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔

(۵۰) امام جلیل بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی۔

(۵۱) امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی صاحب تنقیح الاصول۔

(۵۲) امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی۔

(۵۳) امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری۔

(۵۴) علامہ عبد الرحمٰن بن علی شیبانی تلمیذ امام شمس الدین سخاوی۔

(۵۵) علامہ قاضی حسین بن محمد بن حسین دیار بکری مکی۔

(۵۶) مولانا الفاضل علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی۔

(۵۷) علامہ زین العابدین عبد الرؤف محمد شمس الدین مناوی۔

(۵۸) امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی۔

(۵۹) شیخ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اخباری۔

(۶۰) سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب۔

(۶۱) امام عارف باللہ سیدی علاء الملۃ والدین علی بن حسام الدین متقی مکی۔

(۶۲) علامہ شہاب الدین احمد خفاجی شارح شفاء۔

(۶۳) علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم عزیزی۔

(۶۴) علامہ محمد حفنی محشی افضل القری۔

(۶۵) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(۶۶) شیخ محقق مولانا عبد الحق بن سیف الدین بخاری۔

(۶۷) علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مصری۔

(۶۸) فاضل محمد بن علی صبان مصری صاحب اسعاف الراغبین وغیرہم ممن مضی ویجیئ۔

ومن الفقہاء والاصولیین:

(۶۹) امام اجل شیخ الاسلام والمسلمین علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ۔

(۷۰) امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد حافظ الدین نسفی صاحب کنز۔

(۷۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام۔

(۷۲) امام جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ۔

(۷۳) امام محقق محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی۔

(۷۴) امام ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی مصری صاحب مواہب الرحمٰن۔

(۷۵) علامہ ابراہیم بن محمد حلبی شارح منیہ۔

(۷۶) علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی۔

(۷۷) علامہ محقق زین بن نجیم مصری صاحب بحر۔

(۷۸) ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد لکھنوی۔

(۷۹) علامہ سید احمد مصری طحطاوی۔

(۸۰) علامہ سید محمد آفندی ابن عابدین شامی وغیرھم ممن تقدم رحم اللّٰہ تعالٰی علماءنا جمیعا من تاخر منھم ومن تقدم آمین (اس کے علاوہ دیگر علماء جن کا پہلے ذکر ہوچکا ہے اللّٰہ تعالٰی ہمارے تمام علماء متاخرین و متقدمین پر رحم فرمائے، آمین۔ ت)

فصل دہم

اُن کتابوں کے نام جن کی نقول دربارۂ ابو طالب اس رسالہ میں مذکور ہوئیں:

کتبِ تفسیر

(۱) معالم التنزیل امام بغوی (۲) مدارک التنزیل امام نسفی (۳) انوار التنزیل امام بیضاوی

(۴) ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للمفتی العلامۃ العمادی (۵) کشاف حقائق التنزیل للزمخشری

(۶) مفاتیح الغیب للامام الرازی (۷) تکملۃ المفاتیح للشمس الخوبی (۸) جلالین

(۹) فتوحاتِ الٰہیہ للشیخ سلیمٰن (۱۰) عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ الشہاب

(۱۱) معانی القرآن للزجاج (۱۲) فتوح الغیب للطیبی (۱۳) تقریب مختصر الکشاف للسیرافی

(۱۴) بسیط للواحدی (۱۵) لباب التاویل فی معانی التنزیل للعلامۃ الخازن۔

(۱۶) الاحکام لبیان ما فی القرآن من الابہام للعسقلانی۔

کتبِ حدیث

(۱۷) صحیح بخاری (۱۸) صحیح مسلم (۱۹) سُنن ابی داؤد
(۲۰) جامع ترمذی (۲۱) مجتبٰے نسائی (۲۲) سُنن ابن ماجہ
(۲۳) مؤطاامام مالک (۲۴) مؤطاامام محمد (۲۵) مسندامام شافعی
(۲۶) مسندامام احمد (۲۷) شرح معانی الآثار (۲۸) مشکٰوۃ المصابیح
(۲۹) تیسیرالوصول الی جامع الاصول (۳۰) جامع صغیر (۳۱) منیح العمال للامام المتقی
(۳۲) کنزالعمال لہ (۳۳) منتخب کنزالعمال لہ (۳۴) مصنف عبدالرزاق
(۳۵) مصنف ابی بکربن ابی شیبہ (۳۶) مسندابوداؤد طیالسی (۳۷) مسنداسحٰق بن راہویہ
(۳۸) طبقات ابن سعد (۳۹) کتاب موسٰی بن طارق ابوقرہ (۴۰) زیادات مغازی ابن اسحٰق لیونس بن بکیر
(۴۱) صحیح ابن خزیمہ (۴۲) منتقی ابن زود (۴۳) مسندبزار
(۴۴) مسند ابی یعلٰی (۴۵) معجم کبیرطبرانی (۴۶) معجم اوسط لہ
(۴۷) فوائدتمام رازی (۴۸) کامل ابن عدی (۴۹) کتاب الجنائز للمروزی
(۵۰) کتاب مکہ لعمربن شبہ (۵۱) کتاب ابی بشر (۵۲) فوائدسمویہ
(۵۳) مستخرج اسمٰعیل (۵۴) مستدرک حاکم (۵۵) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم
(۵۶) سنن بیہقی (۵۷) دلائل النبوۃ (۵۸) سُنن سعیدبن منصور
(۵۹) مسند فریابی (۶۰) مسندعبدبن حمید (۶۱) تفسیرابن جریر
(۶۲) تفسیرابن المنذر (۶۳) تفسیرابن ابی حاتم (۶۴) تفسیرابوالشیخ
(۶۵) تفسیرابن مردویہ (۶۶) مغازی ابن اسحٰق علی ماقررنا وحررنا۔

شروحِ حدیث

(۶۷) منہاج شرح مسلم للنووی (۶۸) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی
(۶۹) ارشادالساری شرح صحیح بخاری للقسطلانی (۷۰) مرقاۃ شرح مشکٰوۃ للقاری
(۷۱) تیسرشرح جامع صغیر للمناوی (۷۲) سراج المنیرشرح جامع صغیر للعزیزی
(۷۳) فتح الباری شرح صحیح بخاری للعسقلانی (۷۴) کواکب الدراری شرح صحیح بخاری للکرمانی

(۷۵) مفہم شرح صحیح مسلم للقرطبی

کتبِ فقہ

(۷۶) ہدایہ
(۷۷) کافی شرح الوافی کلاہما للامام النسفی
(۷۸) فتح القدیر للمحقق
(۷۹) کفایہ شرح ہدایہ
(۸۰) حلیہ شرح منیہ للامام الحلبی
(۸۱) غنیہ شرح منیہ للمحقق الحلبی
(۸۲) بحرالرائق شرح کنزالدقائق
(۸۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح للشرنبلالی
(۸۴) ردالمحتار علی الدرالمختار
(۸۵) بنایہ شرح ہدایہ للعینی
(۸۶) برہان شرح مواہب الرحمٰن کلاہما للطرابلسی۔

کتبِ سیر

(۸۷) مواہب لدنیہ و منح محمدیہ
(۸۸) شرح مواہب للزرقانی
(۸۹) صراط المستقیم للمجد
(۹۰) شرح صراط المستقیم للشیخ
(۹۱) مدارج النبوۃ لہ
(۹۲) خمیس للدیاربکری
(۹۳) اسعاف الراغبین للصبان
(۹۴) روضۃ الاحباب
(۹۵) تاریخ ابن عساکر
(۹۶) روض سہیلی
(۹۷) امتاع الاسماع للمقریزی۔

کتبِ عقائد واصول وعلومِ شتّٰی

(۹۸) فقہ اکبر للامام اعظم
(۹۹) شرح المقاصد للعلامۃ الماتن
(۱۰۰) اصابہ فی تمیز الصحابہ للامام ابن حجر
(۱۰۱) مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم للامام السیوطی
(۱۰۲) افضل القریٰ لقراء ام القریٰ للامام ابن حجر۔
(۱۰۳) شرح شفا لعلی القاری
(۱۰۴) نسیم الریاض للخفاجی
(۱۰۵) حفنی شرح الہمزیہ
(۱۰۶) مجمع البحار للفتنی
(۱۰۷) فواتح الرحموت لبحرالعلوم
(۱۰۸) التقریر والتحریر فی الاصول للعلامۃ ابن امیرالحاج
(۱۰۹) نہایہ فی غریب الحدیث لابن اثیر

(۱۱۰) شرح تنقیح الفصول فی الاصول کلاہما للقرافی (۱۱۱) ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی للحافظ المحب الطبری

تذییل

وہ کتابیں جن سے اس رسالہ میں مدد لی گئی:

(۱۱۲) شرح عقائد نسفی (۱۱۳) شرح عقائد عضدی
(۱۱۴) سیرت ابن ہشام (۱۱۵) اتقان فی علوم القرآن
(۱۱۶) میزان الاعتدال (۱۱۷) تقریب التہذیب
(۱۱۸) تقریب امام نووی (۱۱۹) تدریب امام سیوطی
(۱۲۰) مسلم الثبوت (۱۲۱) درمختار
(۱۲۲) تاریخ الخلفاء (۱۲۳) تحفہ اثنا عشریہ
(۱۲۴) صحیح ابن حبان (۱۲۵) القاب شیرازی
(۱۲۶) استیعاب ابوعمر (۱۲۷) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم
(۱۲۸) مسند الفردوس دیلمی (۱۲۹) خادم الامام بدرالدین الزرکشی
(۱۳۰) شعب الایمان للامام البیہقی۔

ختم اللہ تعالٰی لنا بالایمان والامان آمین آمین الحمد للہ علی الاختتام ونسألہ حسن الختام۔

اللہ تعالٰی ایمان اور امان کے ساتھ ہمارا خاتمہ کرے، آمین۔ حُسنِ اختتامِ رسالہ پر تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں، اور ہم اللہ تعالٰی سے حُسنِ خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اس کا نام مُعتبر الطالب فی شیون ابی طالب [۱۳۱۲] رکھا، اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسبِ حالت راہنہ وفرصت حاضرہ شرح وبسط کافی کو کام میں لایا اور اسے اُس اجمالِ اوّل کی شرح بنایا نیز شرح مطالب وتسکین طالب میں بحمد اللہ تعالٰی حافل وکامل پایا، لہذا شرح المطالب فی مبحث ابی طالب [۱۳۱۶] اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخِ آغاز وانجام۔

والحمد للہ ولی الانعام وافضل سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو انعام کا

الصلوٰۃ و اکمل السلام علٰی سیّدنا محمد ھادی الانام وعلٰی اٰلہ وصحبہ الغرالکرام وعلینا بھم و لھم الٰی یوم القیٰمۃ اٰمین یا ذا الجلال والاکرام، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مالک ہے۔ اور افضل درود و اکمل سلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر جو کُل جہان کے ہادی ہیں، اور آپ کے روشن پیشانیوں والے اہلِ کرم آل واصحاب پر اور ان کے صدقے میں ہم پر اور اُن کے لئے یومِ قیامت تک ہماری دعا قبول فرما اے بزرگی اور اکرام والے۔ اللہ سبحٰنہ و تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمّدی سُنّی حنفی قادری
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں